ترجمانِ اسلام

ہفت روزہ

لاہور پاکستان

بیاد حضرت مولانا مفتی محمودؒ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی

دامت برکاتہم

حضرۃ مولانا

قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ

مردہ جماعتوں سے مذاکرات چہ معنی دارد؟

شمارہ			قیمت
۴۱-۴۲	۱۴ اور ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ	۲۱ اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء	۲/- روپے

غزل

سب اثر تھا تری دعاؤں کا
رخ بدلتا رہا ہواؤں کا

ہاتھ اٹھاتے تو بات بن جاتی
وقت گزرا نہ تھا دعاؤں کا

بادباں کھول دو خدا کے لیے
اب بھروسہ نہیں ہواؤں کا

یہ بھی اچھا ہوا کہ سوچوں کو
راستہ مل گیا خلاؤں کا

بال و پر کا سوال کرتا ہے
اک پرندہ کھلی فضاؤں کا

دور تک ہے سکوت کا صحرا
قحط ایسا پڑا صداؤں کا

یاد آتا ہے آج تک آغاز
دھوپ جیسا سلوک چھاؤں کا

آغاز برنی

مردہ جماعتوں سے مذاکرات چہ معنی دارد؟

صوبہ سندھ میں گذشتہ اڑھائی ماہ سے رونما ہونے والے توڑ پھوڑ، آتشزنی اور لاقانونیت کے واقعات کے بعد حکومت نے سیاسی جماعتوں کو مذاکرات کی دعوت دے کر اپنے تئیں اچھا قدم اٹھایا ہے لیکن عوام کی نظر میں اس اقدام کی اہمیت اس وقت تک عوام اور حکومت کے حق میں مثبت ثابت نہیں ہو گی جب تک کہ حکومت سیاسی جماعتوں کو بحال نہیں کرتی اور سیاست و صحافت پر عائد تمام پابندیاں اٹھا نہیں لیتی۔

اربابِ اختیار خالی الذہن ہو کر سوچیں کہ وہ جن سیاسی جماعتوں کو از خود کالعدم قرار دے کر "مردہ" حیثیت دے چکے ہیں ان "مردہ جماعتوں" سے (انہیں بنا زندگی دیے) مذاکرات کی کیا تک ہے؟ جس کا وجود ہی نہیں اس سے کسی قسم کی بات چیت کی کیا اہمیت و افادیت ہے؟

یہی وجہ ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنماؤں نے جے۔یو۔پی کے راہنماؤں کی صدر سے ملاقات کی روشنی میں اپنی اور مارشل لاء انتظامیہ کے درمیان طے شدہ ملاقات کو بروقت ملتوی کر دیا، حالانکہ ملکی مفاد اور چہار اطراف سے بڑھتے ہوئے خطرات کی موجودگی کے باعث جمعیت علماء اسلام نے اپنا سیاسی کیریئر داؤں پر لگاتے ہوئے گورنر پنجاب کی براہ راست درخواست پر صدر ضیاء الحق کی "دعوت مذاکرات" بے چون و چرا قبول کر لی تھی لیکن متذکرہ بالا وجہ انکارِ مذاکرات کے ساتھ ساتھ اخبارات میں حکومتی حلقوں کی طرف سے "جے۔یو۔پی۔ حکومت" بے نتیجہ مذاکرات کو غلط انداز میں پیش کرنے کے بعد جمعیت علماء اسلام کے مقتدر رہنماؤں نے، جو مذاکرات کے لیے وفاقی دارالحکومت پہنچ چکے تھے لاہور میں مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا عبید اللہ انور سے مشورہ کے بعد "دعوت مذاکرات" "باعزت طور پر" حکومت کو لوٹا دی۔

ملکی حالات پہلے بھی اس بات کے متقاضی تھے اور اب بھی ہیں کہ ملک بغیر کسی مزید تاخیر کے جمہوری راستوں پر آزادی کے ساتھ گامزن ہو۔ اس کے لیے گذشتہ چھ سال سے سیاسی جماعتیں جنرل ضیاء الحق صاحب کو ان کا "نوے دن" کا وعدہ بارہا یاد دلا چکی ہیں لیکن حکومتی حلقے اپنے اقتدار کے روزِ اوّل سے ہی یہ کہتے آرہے ہیں کہ افغانستان میں روسی فوجوں کی موجودگی، مشرق میں ہندوستان

نگرانِ اعلیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ
ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر
زاہد ملبند شہی

بیاد حضرت مولانا مفتی محمودؒ
ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان

جلد ۲۶ شمارہ ۴۱، ۴۲
جمعۃ المبارک ۱۴ اور ۲۱ محرم ۱۴۰۳ھ

بدل اشتراک
سالانہ : ۸۰ روپے
ششماہی : ۴۰ روپے
سہ ماہی : ۲۰ روپے

قیمت فی پرچہ

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ ترجمان اسلام

ناشر عبید اللہ انور مطبع افضل شریف پرنٹرز رنگ محل لاہور۔ ۸

کی زبردست فوجی تیاریوں اور پاکستان کے قریب خلیج میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کی وجہ سے یہاں کے حالات درست نہیں ہیں۔ جونہی حالات درست اور سازگار ہوئے، انتخابی عمل شروع ہو جائے گا۔ اب خود حکومت اور خصوصًا جنرل ضیاء الحق صاحب حالات کے "سازگار" ہونے کا اقرار کر رہے ہیں حالانکہ روسی فوجیں افغانستان میں بدستور موجود ہیں، مشرق میں ہندوستان کا جنگی جنون پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے اور خلیج میں غیر ملکی مداخلت کے امکانات بڑھ گئے ہیں لیکن خود "حالات کی سازگاری" کے اقراری ہونے کے باوجود ۱۲ اگست ۸۳ء کو موصوف نے جس سیاسی ڈھانچہ کا اعلان کیا ہے اس میں انتخابات بتدریج مارچ ۸۵ء تک کرانے کا اپنے تئیں "مژدہ" سنایا ہے۔ اٹھارہ ماہ کا طویل "مژدہ" سابقہ تجربات کی روشنی میں "مژدہ" نہیں بلکہ وہ "وعدہ" ہے جس کے وفا ہونے کی "امید برائے امید" ہی کی جا سکتی ہے اور بس!

"سازگار حالات" کے ہوتے ہوئے انتخابات کو اٹھارہ ماہ کے لئے التواء میں ڈالنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا حالات کے پھر سے "خراب" ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے؟ یہی وہ سوال ہے جو ہر محب وطن پاکستانی کے ذہن میں محو گردش ہے۔ یہاں سیاسی سوچ رکھنے والے سنجیدہ طبقے یہ تک کہہ رہے ہیں کہ حکومت انتخابات کروانے میں مخلص نہیں؟ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر حکومت یہ چاہتی ہے کہ وہ عوام اور سیاسی کارکنوں کے ذہنوں سے اس غلط فہمی کے دُور کرنے میں مخلص ہے تو پھر اسے مارچ ۱۹۸۴ء میں عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر کے حکومتی اختیارات عدلیہ کے حوالے کر دینے چاہئیں کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ کی سرپرستی میں ہونے والے انتخابات میں اس بات کی توقع کم ہے کہ انتخابات منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہوں گے۔ ایسے ماحول میں مارشل لاء انتظامیہ حالات کی خرابی کو نقطہ عروج پر پہنچنے سے قبل فوری طور پر سیاسی جماعتوں پر سے تمام پابندیاں ہٹائے اور انتخابات کی باضابطہ تاریخ کا اعلان کر کے شیڈول کی تیاری کے لیے سیاسی جماعتوں سے مشترکہ طور پر ایک ہی مجلس میں بات کرے بصورت دیگر حکومت اور کالعدم سیاسی جماعتوں کے درمیان مذاکرات فضول اور بے مقصد ہیں۔ اس سے سیاسی بے چینی اور غیر یقینی کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے کوئی راستہ نہیں مل سکے گا۔

"سی۔این۔سیز" کھلے دل سے سیاسی جماعتوں کے مطالبات تسلیم کر کے عوام کو ان کے بنیادی حقوق لوٹانے کے لیے سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیں تاکہ ملک تباہی اور بربادی کے راستے پر گامزن ہونے کی بجائے امن و سلامتی اور ترقی کی راہ پر چل پڑے۔

ادھر سیاسی جماعتوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حتی الامکان انتخابات کے مطالبہ کو پُرامن طور پر منوانے کی کوششیں کریں۔ سندھ کے واقعات، اندرا حکومت کی ایم۔آر۔ڈی کی باضابطہ حمایت اور اس کے ایک لیڈر جام صادق کی اندرا سے پاکستان کے معاملات میں مداخلت کی درخواست نے عوام کے دلوں میں ایم۔آر۔ڈی سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ اگر ایم۔آر۔ڈی تمام سیاسی جماعتوں کے مشترکہ مطالبے کو منفی سوچ کے ساتھ تسلیم کروانے پر مصر رہی تو وہ عوام میں رہی سہی وقعت بھی کھو بیٹھے گی اور عوامی حقوق بحال ہونے کی بجائے جمہوریت کے حصول کی منزل سراب بن جائے گی۔ ایم۔آر۔ڈی کے منفی رویّے کے باعث ہی اس سے باہر سیاسی پارٹیاں جو اس کے مقاصد سے تو متفق ہیں لیکن اس سے اتحاد نہیں کر سکتیں۔

مارشل لاء حکومت اور ایم۔آر۔ڈی کی منفی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام نے غیر جانبدار اور ایم۔آر۔ڈی سے باہر کی سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے لیے اپنے طور پر کوششیں شروع کر دی ہیں اور اس میں خاصی پیشرفت ہو چکی ہے۔ آنے والے چند ہفتے مجوزہ اتحاد کے باقاعدہ تشکیل دیئے جانے کی خوشخبری کے حامل ہوں گے۔

اس اتحاد کے معرضِ وجود میں آنے سے عوام کو جو موجودہ حکومت سے اس کی جمہوریت مخالف پالیسیوں کے باعث متفق ہیں نہ ایم۔آر۔ڈی کی جمہوریت کش سرگرمیوں کو پسند کرتے ہیں سلجھی ہوئی اور اسلامی و جمہوری سوچ رکھنے والی قیادت میسّر آئے گی اور انہیں اس بات کا فیصلہ کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئے گی کہ ملک کو اسلامی نظام کے احیاء اور جمہوریت کی بحالی کے لیے کس کا ساتھ دینا چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ متوقع اتحاد وقتی ضرورتوں کے تحت وجود میں نہیں آئے گا بلکہ جب تک متوقع اتحاد کے مقاصد پورے نہ ہو جائیں یہ قائم و دائم رہے گا اور عوام کی خواہشات پر پورا اترے گا۔

[illegible]
۱۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی
دیوبند

حضرۃ مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند (ہندوستان)

وا حسرتاہ! کہ ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء یوم دوشنبہ کو دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم خطیب العصر حضرت مولانا قاری محمد طیب رحؒ نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ طویل علالت کے بعد اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے

(نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ)

اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں آنے والے ہر مسافر کی آخری منزل موت ہے اور یکے بعد دیگرے سب کو اس منزل پر پہنچنا ہے اس لیے اس دنیا سے کسی کا کوچ کر جانا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بعض شخصیتیں ایسی گوناگوں خصوصیات اور ہمہ گیر صلاحیتوں کی مالک ہوتی ہیں کہ ان کا اس عالم سے رخصت ہو جانا واقعۃً ایک عظیم حادثہ ہوتا ہے جن کے فراق اور جدائی سے پوری قوم و ملت سوگوار ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ کی ذات گرامی ان ہی ممتاز و منفرد شخصیتوں میں سے ایک تھی۔

حضرت قاری طیب مرحوم و مغفور اس دور میں نہ صرف پاک و ہند بلکہ پورے عالم اسلام کے ممتاز ترین اور مشہور ترین رجال علم دین میں سے تھے۔ شخصی وجاہت اور علمی تبحر کے ساتھ خطابت و تقریر میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا جس کی نظیر اس دور میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ اسرار و حکم بالخصوص فلسفۂ ولی اللٰہی اور حکمت قاسمی کی توضیح و تشریح آپ کا دلچسپ موضوع تھا۔ مسلک دیوبند کے ترجمان و شارح کی حیثیت سے علماء کی صف میں آپ کو جو مقام حاصل تھا وہ ان کے معاصرین میں سے کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔ عالمی شہرت و وقعت کے بلند تر مقام پر فائز رہتے ہوئے تواضع انکساری اور شرافت نفس کا مجسمہ تھے۔ متانت و وقار رافت و مروت اور لحاظ و پاسداری آپ کی عادت ثانیہ تھی تصنیف و تالیف کا نہایت ستھرا ذوق پایا تھا۔ دارالعلوم کے اہتمام کی ہمہ جہت مصروفیات اور کثرت اسفار کے باوجود تصنیفات کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ آپ کی علمی یادگار ہے جس میں بعض کتابیں اپنے موضوع کی گیرائی اور اسلوب نگارش کے لحاظ سے اسلامی لٹریچر میں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

تاریخ ولادت اور علمی نشوونما

محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء

یک شنبہ کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ تاریخی نام مظفر الدین اور اصلی نام محمد طیب تجویز ہوا۔ حضرت قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے گہوارے میں آنکھ کھولی جو علم و فضل کا مرکز تھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ نسبت عالم ہونے کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور مرجع علماء و فضلاء تھے۔ اس لیے گھر کا پورا ماحول علم دین اور روحانیت کی خوشبو سے رچا بسا تھا۔ جس کا اثر طبعی طور پر حضرت قاری صاحب کی نشوونما پر نہایت اچھا پڑا اور بچپن ہی سے دل و دماغ علم و علماء کی عظمت و محبت سے مانوس ہو گئے تھے۔

سن شعور کو پہنچے تو خاندانی روایت کے مطابق علماء و صلحاء کے ایک بڑے مجمع میں آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی گئی اور مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ یکے از بانیان دارالعلوم نے موقع کی مناسبت سے اس وقت ایک قصیدہ پڑھا جسکا مطلع اور مقطع یہ تھا

مکتب طیب کی مبارک تقریب
کچھ عجیب طرح کا جلسہ تھا ئی طرح کی سیر
رب یسّر جو کہا اس نے تو بے رد دیا
فضل تاریخ میں بول اٹھا کہ تمم بالخیر

مقطع کے آخری جملہ تمم بالخیر سے رسم بسم اللہ

کی تاریخ نکلتی ہے جو ۱۳۲۴ھ ہے۔

حفظ قرآن اور تحصیل و تجوید

حضرت قاری محمد طیبؒ کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اساتذۂ دارالعلوم بالخصوص حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی قدس سرہم نے آپ کی آبائی نسبت اور خاندانی وجاہت و شرافت کے پیش نظر خصوصی توجہ سے کام لیا اور خود آپ کے والد ماجد کو بھی اس کا خاص اہتمام تھا چنانچہ عام روش کے برخلاف آپ کو حفظ قرآن تجوید کے ساتھ کرایا گیا اور اس کے لیے مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادی کو ذاتی طور پر بلاکر اپنے گھر پر رکھا۔ بعد میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے مشورہ سے قاری محمد طیبؒ موصوف کو باقاعدہ دارالعلوم میں مدرس رکھ لیا گیا تو حضرت قاریؒ بجائے گھر میں پڑھنے کے باقاعدہ دارالعلوم میں داخل ہوگئے اور دو سال کی قلیل مدت میں پورا قرآن مجید بالتجوید حفظ کرکے ۱۲۲۶ھ میں شعبہ تجوید القرآن سے فارغ ہوگئے۔ اسی وقت سے لفظ قاری آپ کے نام کے ساتھ لگ گیا اور پھر اس طرح چسپاں ہوا کہ نام کا گویا جزو بن گیا۔

ابتداء عمر میں حضرت قاری صاحب کی آواز نہایت بلند اور دلکش تھی۔ اپنے ہم عصر طلبہ میں خوش آوازی میں ممتاز و منفرد درجہ رکھتے تھے۔ حضرت قطب ارشاد مولانا گنگوہی قدس سرہٗ اور دیگر اکابر دارالعلوم بطور خاص آپ سے قرآن کریم کا رکوع پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔

تعلیم فارسی

حفظ قرآن سے فراغت کے بعد ۱۳۲۷ھ میں آپ کو درجۂ فارسی میں داخل کیا گیا اور تین سال کی مدت میں فارسی کے مروجہ نصاب کی تکمیل کے ساتھ ریاضی، حساب، جغرافیہ وغیرہ کی بھی تحصیل کرلی اور اسی کے ساتھ ساتھ تجوید کی کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ آپ کے فارسی کے اساتذہ میں مولانا محمد یٰسین صاحب والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا موصوف فارسی دانی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور اپنے طویل تجربہ اور طریقۂ تعلیم کی خوبی کی بنا پر مختصر سی مدت میں اپنے تلامذہ کے اندر فارسی زبان کا اچھا خاصا ذوق پیدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک طرف استاد کی حسن تعلیم و تربیت اور دوسری جانب آپ کی خداداد ذہانت و فطانت دونوں نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا کہ دوران تعلیم ہی میں آپ اردو اور فارسی میں غزلیں اور قصائد کہنے لگے تھے۔ فارسی زبان میں اسی پختہ استعداد کا ثمرہ تھا کہ جب آپ نے ۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کے نمائندہ کی حیثیت سے افغانستان کا سفر فرمایا تو وہاں آپ نے بالعموم فارسی زبان ہی میں تقریریں کیں اور علمی و دینی سوالات کے جوابات دیے جس سے وہاں کے لوگوں پر بڑا اچھا اثر پڑا۔

درجہ عربی میں داخلہ اور درس نظامی کی تحصیل

۱۳۲۹ھ میں درجۂ فارسی کی تکمیل کرکے اگلے سال درس نظامی کی تعلیم و تحصیل کا آغاز کردیا اور سات سال کے عرصہ میں صرف، نحو، ادب، بلاغت، منطق، فلسفہ، ہیئت، فقہ، اصول فقہ، عقائد، تفسیر وغیرہ پڑھ کر آٹھویں سال دورۂ حدیث میں داخل ہوئے اور محدث عصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ اساتذۂ دارالعلوم سے کتب صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر ۱۳۳۷ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

اسے حضرت قاری طیبؒ کی خوش نصیبی کہیے یا قدرت کا خصوصی انعام کہ انہیں تعلیم و تربیت کے ابتدائی دور ہی سے ماہر فن اور پختہ کار اساتذہ کی رہنمائی حاصل رہی، چنانچہ حفظ و تجوید اپنے دور کے ممتاز قاری مولانا قاری عبدالوحید خاں الہ آبادی سے پڑھا۔ فارسی کی تحصیل مولانا محمد یٰسین دیوبندی سے کی جو فارسی دانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ فن معقولات میں آپ کے اساتذہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی اور حضرت مولانا غلام رسول خاں جیسے جہابذہ تھے۔ علم فقہ میں اپنے وقت کے شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور حدیث شریف کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد احمد صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری جو اپنی کثرت معلومات و وسعت مطالعہ قوت حافظہ اور وقت نظر میں ابن حجر ثانی تھے اور معاصر علماء میں چلتا پھرتا کتب خانہ کے نام سے مشہور تھے۔

درس و تدریس

چونکہ حضرت قاری محمد طیب علیہ الرحمۃ کی ابتدا سے لے کر انتہا تک پوری تعلیم دارالعلوم ہی میں ہوئی تھی، آپ کی طالبعلمی کا مکمل زمانہ حضرات اکابر کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ آپ کی آبائی نسبت، طبعی ذہانت، طبعی شرافت و متانت اور علمی مناسبت روز روشن کی طرح سب پر آشکارا تھی۔ اس لیے تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کو دارالعلوم کے شعبۂ تدریس میں لے لیا گیا اور شروع میں ابتدائی درجات کی کتابیں آپ کے زیر درس رکھی گئیں۔ علمی استعداد اور زبان و بیان پر قابو یافتہ ہونے کی بناء پر آپ کے درس کو تھوڑی ہی مدت میں قبول عام

حاصل ہو گیا اور چند ہی سالوں میں وسطیٰ اور علیا کی کتابیں آپ کے زیر درس آ گئیں۔ تدریس کا یہ سلسلہ آخر تک قائم رہا اگرچہ اسفار کی کثرت اور کار اہتمام میں مشغولیت کی بنا پر درس کا موقع کم ہی ملتا تھا لیکن جب بھی فرصت مل جاتی تو حجۃ اللہ البالغہ یا کسی حدیث کی کتاب کا درس ضرور دیتے تھے۔

تدریس سے

مسندِ اہتمام پر

ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ میں جب آپ کے والد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نظام دکن کی تجویز و طلب پر بمشاہرہ ایک ہزار روپے ماہانہ ریاست دکن کی عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے مفتی ہو کر حیدرآباد چلے گئے اور اہتمام کی ساری ذمہ داری حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نائب مہتمم پر آ پڑی تو اُس وقت کی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا عثمانیؒ کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے حضرت قاری صاحب کو نائب مہتمم ثانی مقرر کیا۔ پھر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کے اجلاس شوریٰ میں جبکہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب (جو حیدرآباد میں قیام کے باوجود منصبِ اہتمام پر فائز تھے) کو ان کی کبر سنی اور طول علالت کی بنا پر بجائے مہتمم کے اعزازی صدر منتخب کیا گیا اور ان کی جگہ پر حضرت مولانا عثمانی صاحبؒ مہتمم بنائے گئے تو حضرت قاری صاحبؒ کو نائب مہتمم اوّل مقرر کیا گیا مگر ایک جماعت کے اختلاف کی بنا پر جس میں بعض اہم ترین اکابر بھی شامل تھے حضرت قاری صاحبؒ نے اہتمام کی ذمہ داریوں سے استعفا دیدیا جسے مجلس شوریٰ نے منظور کر کے بمشاہرہ یک صد روپیہ انہیں دوبارہ تدریس میں منتقل کر دیا لیکن دو ڈھائی ماہ کے بعد حضرت مولانا عثمانیؒ کی تحریک و تجویز پر حضرت قاری صاحب کو دوبارہ منصبِ اہتمام پر فائز کر دیا گیا اور رجب ۱۳۴۸ھ میں حضرت مولانا عثمانی مہتمم دارالعلوم کے سانحہ وفات کے بعد حضرت اقدس مولانا تھانوی قدس سرہٗ سرپرست مدرسہ کی حسب ذیل تجویز کے مطابق قائم مقام مہتمم بنا دیے گئے۔

تجویز حضرت اقدس

مولانا تھانوی قدس سرہٗ

مصالح مدرسہ پر نظر کر کے حتی الامکان جلد سے جلد تجویز ہے کہ ارکان شوریٰ کا جلسہ منعقد کر کے نسبت تقرر مہتمم مستقل و دیگر ضروریات وقتیہ کا فیصلہ کیا جائے جب تک جلسہ میں معاملات مصالح مدرسہ پر نظر کر کے فیصلہ نہ ہو مناسب معلوم ہوا کہ مولوی طیب صاحب کو جو اس وقت تک نائب مہتمم ہیں فوری طور پر عارضی مہتمم مقرر کر دیا جائے۔ پھر جلسۂ شوریٰ جو کچھ باقاعدہ طے کرے اس کا اعلان دوبارہ کر دیا جائے گا۔ مزید احتیاط اس کی بھی ضروری محسوس ہوئی کہ انعقاد جلسہ اور مسئلہ اہتمام طے ہونے تک قائم مقام مہتمم کی امداد و تقویت کے لیے حضرت مولانا حسین احمد صدر مدرس مدرسہ ہٰذا اور حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب مدرس مدرسہ اور مولانا مولوی سید مرتضیٰ حسن ناظم تعلیمات مدرسہ کو ان کا مشیر مقرر کیا جائے کہ معمولی کاموں کے علاوہ جو امر اہم پیش آ جائے ان تینوں حضرات سے مشورہ کر کے عمل کریں اگر اتفاقاً باہم اختلاف ہو تو سرپرست ایک شق کو ترجیح دے سکے گا۔

اشرف علی رجب ۱۳۴۸ھ

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کی تجویز کے مطابق اکابر ثلثہ کے رائے اور مشورہ کے ساتھ بحیثیت قائم مقام مہتمم کے آپ نے تقریباً تین ساڑھے تین ماہ کار اہتمام انجام دیا۔ بالآخر شوال ۱۳۴۸ھ کے جلسۂ شوریٰ میں بالاتفاق ارکان مجلس آپ مہتمم منتخب ہوئے اور اپنے علم و فضل، حلم و تدبر اور اہلیت کی بنا پر بہت جلد پورے ملک میں مقبولیت و شہرت حاصل کر لی جس سے دارالعلوم کی عظمت و وقعت میں بھی اضافہ ہوا اور مکمل نیک نامی اور عزت و احترام کے ساتھ ۱۴۰۱ھ تک اس منصب پر فائز رہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ یہ خاص فضل و احسان رہا کہ ابتداء اہتمام ہی سے انہیں معاملہ فہم، مخلص، خیر خواہ اور صاحب صلاح و تقویٰ بزرگوں کی رفاقت حاصل رہی جس سے ان کے جوہر کمال کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ چنانچہ جس وقت پورے طور پر نیابت اہتمام کی ذمہ داری ان کے سُپرد ہوئی اس وقت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی عملاً مسند اہتمام کے صدر نشین تھے۔ حضرت مولانا عثمانیؒ کا تدبر اور فہم و بصیرت آج بھی حلقۂ دارالعلوم میں ضرب المثل ہے۔ چونکہ حضرت مولانا عثمانی کو خانوادہ قاسمی سے بڑا خاص تعلق تھا خاص طور پر حضرت قاری صاحب کو تو وہ ایک بیٹے کی طرح سے مانتے جانتے تھے اور قاری محمد طیبؒ کی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل انہی کی زیر نگرانی طے پائے تھے۔ اس لیے یہ مربیانہ رفاقت اور مشفقانہ اشتراک عمل، اس ابتدائی دور میں بہت مفید اور کارآمد ثابت ہُوا۔ حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۷۷ھ تک حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ جیسی جامع صفات اور ہمہ گیر اثرات کی مالک شخصیت آپ کی معاون اور مددگار رہی۔ حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد ۱۳۹۲ھ تک یکے بعد دیگرے حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی اور خاتم المحدثین حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی آپ کے دستِ راست بنے رہے اور دارالعلوم کا علمی قافلہ اپنی تابندہ روایات کے مطابق منزل کی جانب رواں دواں رہا لیکن آخر میں جبکہ بتقاضائے عمر قویٰ اور اعصاب بڑی حد تک جواب دے گئے تھے اور فکر و عمل میں

پہلی جیسی توانائی باقی نہیں رہی تھی اس طبعی ضعف اور فطری اضمحلال کے دور میں آپ کے گرد اتفاقاً ایسے افراد کا حلقہ اکٹھا ہو گیا جنہیں دارالعلوم اور حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی ذات و خدمات کے مقابلے میں اپنے مفاد و مصالح زیادہ عزیز تھے۔ جس کے نتیجے میں ایسے حالات و واقعات رونما ہوئے کہ ان سے نہ صرف دارالعلوم کی عظمت و شہرت غبار آلود ہوئی بلکہ خود حضرت قاری صاحبؒ کی ذاتی و علمی وجاہت اور پچاس ساٹھ سالہ روشن خدمات بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہی جس مجلس شوریٰ کے اقتدار اور بالادستی کو وہ زندگی بھر عملی طور پر تسلیم کرتے رہے اور جس کے ایک ایک ارکان کے فضائل و محاسن کو اپنی تازہ ترین طویل نظم "ارمغان دارالعلوم" میں دل کھول کر تعریف و توصیف کی تھی۔ یاروں نے اپنی اغراض پسندی اور مقصد برآری کے پیش نظر حضرت قاری صاحب کو اسی مجلس کے مدمقابل لا کھڑا کر دیا۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی تاریخ زندگی کا یہ ایسا اندوہناک باب ہے جہاں پہنچ کر مؤرخ کا قلم آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت قاری صاحبؒ کی سلامتی مزاج، وسعت قلبی اور صلح جو افتاد طبع کے پیش نظر یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر انہیں کھلے ماحول میں آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع ان کے گرد و پیش کے لوگوں کی طرف سے مل گیا ہوتا تو اس طرح کے تکلیف دہ اور افسوسناک حالات قطعاً نہ پیش آتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجلس شوریٰ کے تمام تر ارکان، اساتذۂ دارالعلوم اور ہمدردان جو بھی صحیح صورت حال سے واقف تھے وہ ان معاملات میں حضرت قاری صاحبؒ کو معذور ہی سمجھتے رہے اور شروع سے آخر تک ان کی یہ خواہش رہی کہ حضرت قاری صاحب کو اغراض پسندوں کے اس نرغے سے نکال کر انہیں ان کے بلند مرتبہ کے مطابق صحیح مقام پر فائز رکھا جائے مگر ساری کوششیں ناکام رہیں اور قضاء و قدر کا فیصلہ نافذ ہو کر رہا۔ (ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن)۔

تحصیل علوم باطنی

حضرت قاری طیب قدس سرہٗ کی ذات والا صفات علوم ظاہر کے ساتھ علوم باطنی سے بھی آراستہ و پیراستہ تھی۔ ابتداء میں آپ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے بیعت کی تھی لیکن ابھی تعلیم و تلقین کا سرا شروع ہی ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کا سانحہ پیش آیا اور یہ سعادت بخش سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے استاذ حدیث حضرت علامہ کشمیریؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے اور ایک عرصہ تک انہیں کی رہنمائی میں سلوک کے منازل طے کرتے رہے، مگر جب ۱۳۴۵ھ میں اہتمام اور حضرت محدث کشمیریؒ اور ان کے رفقاء کے درمیان اختلافات نے شدت اختیار کر لی اور حضرت شاہ صاحب مع اپنے رفقاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ دارالعلوم سے علیحدہ ہو گئے تو اسی کے ساتھ اصلاح و تربیت کا یہ تعلق بھی قائم نہ رہا، اس لیے اپنے مربی خاص حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ کے ایماء پر جماعت دیوبند کے عظیم المرتبت شیخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ چونکہ صلاحیت و استعداد پہلے ہی سے موجود تھی مزید برآں شیخ کامل کی صحبت و رہنمائی بھی حاصل ہو گئی اس لیے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو حضرت تھانویؒ کے متوسلین میں ممتاز حیثیت حاصل ہو گئی اور نہایت برق رفتاری سے سلوک و تصوف کے جملہ مراحل طے کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ تحصیل خلافت کے بعد بزرگوں کے طریقہ کے مطابق بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور جو کوئی آپ سے منسلک ہونا چاہتا اسے سلسلے میں داخل فرما لیا کرتے تھے۔ اس راہ سے بھی حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور ملک و بیرون ملک کے ہزاروں تشنگان معرفت آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔

تصنیف و تالیف

مضمون نگاری اور انشاء پردازی کا سلسلہ آپ نے زمانۂ طالب علمی ہی سے شروع کر دیا تھا اس وقت کے رسالہ القاسم وغیرہ میں آپ کے علمی و تحقیقی مقالات چھپتے رہتے تھے اور علمی حلقوں میں وقعت و پسندیدگی سے پڑھے جاتے تھے۔

قلمی افادہ کا یہ سلسلہ وفات سے پانچ چھ سال پہلے تک برابر جاری رہا اور مختلف دینی علمی اور تاریخی موضوعات پر تقریباً سو سے زائد مطبوعہ و غیر مطبوعہ رسالے اور کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ التشبہ فی الاسلام
۲۔ سائنس اور اسلام
۳۔ تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام
۴۔ اصول دعوت اسلام
۵۔ اسلام اور فرقہ داریت
۶۔ اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام
۷۔ اسلامی مساوات
۸۔ التشرف فی مسئلۃ القضاء والقدر
۹۔ دین و سیاست
۱۰۔ مسئلہ اردو زبان ہندوستان میں
۱۱۔ اسباب عروج و زوال اقوام
۱۲۔ الاجتہاد والتقلید
۱۳۔ تفسیر سورۂ فیل
۱۴۔ فطری حکومت
۱۵۔ شان رسالت
۱۶۔ فلسفۂ نماز
۱۷۔ شرعی پردہ
۱۸۔ داڑھی کی شرعی حیثیت
۱۹۔ علم غیب

۲۰۔ خاتم النبیین
۲۱۔ نظریہ دو فرقوں پر ایک نظر
۲۲۔ فلسفہ طہارت
۲۳۔ آفتاب رسالت
۲۴۔ حدیث رسول کا قرآنی معیار
۲۵۔ انسانیت کا امتیاز
۲۶۔ اسلام کا اخلاقی نظام
۲۷۔ مشاہیر امت
۲۸۔ شہید کربلا اور یزید
۲۹۔ حاشیہ عقیدۃ الطحاوی وغیرہ۔

فن خطابت

خطابت و تقریر میں حضرت قاری طیبؒ کو خداداد قدرت اور ملکہ حاصل تھا حقیقت تو یہ ہے کہ خطابت و تقریر میں اس وقت علماء کی صف میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ جس وقت آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ علوم و معارف اور اسرار و حکم کا ایک چشمہ زخار ہے جو پوری توانائی کے ساتھ ابل رہا ہے۔ پیرایہ بیان اتنا مؤثر اور دلپذیر ہوتا تھا کہ سامعین دو دو تین تین گھنٹے سراپا گوش بنے بیٹھے رہتے تھے اور کوئی ذرا بھی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا۔ تقریر کی یہ اثر اندازی علماء طلبہ اور مذہبی حلقہ تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی آپ کے حکیمانہ اسلوب بیان سے بہت متاثر تھا بالخصوص مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ دہلی وغیرہ جامعات میں آپ کی تقریریں بہت پسند کی جاتی تھیں۔

شعر و شاعری

بلند پایہ مصنف اور خطیب ہونے کے ساتھ آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور جب کبھی کہنے پر آتے تھے تو چار چار پانچ پانچ سو اشعار پر مشتمل طویل نظمیں کہہ ڈالتے تھے جس پر آپ کے شعری مجموعے (۱) جنون شباب (۲) عرفان عارف، آنکھ کی کہانی اور ارمغان

دارالعلوم شاہد ہیں۔

تبلیغی و دعوتی اسفار

دارالعلوم کے اہتمام پر مسند نشیں اکابر میں تنہا حضرت قاری صاحب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے دعوتی اور تبلیغی اسفار صرف ہندوستان کی حدود تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ بنگلہ دیش، پاکستان، افغانستان، برما، جنوبی افریقہ، زنجبار، کینیا، روڈیشیا، ری یونین، مڈغاسکر، اتھوپیا، مصر، سعودی عربیہ، انگلینڈ، فرانس، جرمنی، امریکہ وغیرہ دور دراز ممالک تک ان علمی و عرفانی اسفار کا دائرہ وسیع ہے جس سے ایک طرف خود حضرت قاری صاحب کو عالمگیر شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کا دعوتی و روحانی فیض عام ہوا تو دوسری طرف دارالعلوم دیوبند اور جماعت دیوبند کا عالمی پیمانہ پر تعارف ہوا اور حلقہ اثر میں توسیع ہوئی۔

زندگی کے آخری ایام

ادھر دو ایک سال سے ضعف پیری کے ساتھ امراض کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا جس میں چند ماہ سے مزید شدت پیدا ہو گئی تھی۔ طویل علالت کی بنا پر کبھی تشویشناک حد تک ضعف پہنچ جاتا تھا اور کبھی دوا علاج سے اطمینان بخش افاقہ ہو جاتا تھا۔ مرض و صحت کا یہ سلسلہ یونہی جاری تھا کہ وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل مرض کا شدید حملہ ہوا جس سے غذا بالکل ختم ہو گئی اور ضعف و نقاہت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ بغیر سہارے چارپائی سے اٹھ بھی نہیں پاتے تھے۔ دوا علاج سے اس کیفیت میں کچھ کمی پیدا ہوئی تو آپ کو دہلی پنتھ اسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں ایک ہفتہ سے کچھ زاید دنوں تک زیر علاج رہے اور بظاہر مرض ختم ہو گیا تھوڑی تھوڑی غذا بھی لینے لگے۔ ضعف و نقاہت میں بھی کافی حد تک کمی ہو گئی۔ یہاں تک کہ بغیر کسی سہارے کے دو چار قدم چلنے لگے تھے۔ جس روز وفات کا سانحہ پیش آیا اس دن بھی طبیعت اچھی خاصی تھی۔ باہر بیٹھک میں لیٹے ہوئے حکیم محمود دیوبندی سے مرض اور مزاج کی کیفیت دیر تک بیان کرتے رہے۔ صاحبزادہ محترم مولانا محمد سالم صاحب بھی پاس بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے کہ انہیں اس کی کیا خبر تھی کہ ریاض رسولؐ کا یہ چہکتا ہوا بلبل ابھی چند سیکنڈ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جانے والا ہے۔ حکیم محمود صاحب سے گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ اچانک آنکھیں بند ہو گئیں۔ حکیم صاحب نے سمجھا کہ طول کلام کی بنا پر تکان ہو گئی ہے اس لیے آنکھیں بند کر لی ہیں اس لیے آنکھیں بند کر لی ہیں مگر مولانا محمد سالم صاحب نے جب چہرے کو بغور دیکھا تو انہیں تشویش ہوئی اور حکیم صاحب کو متوجہ کیا کہ نبض دیکھئے علامت کچھ اچھی نہیں نظر آتی۔ چنانچہ حکیم صاحب نے جب نبض پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ نبض ڈوب چکی ہے اور علوم قاسمی کا امین، اکابر کا ادا شناس، مسلک دیوبند کا شارح اور علم و دین کا سچا خادم اپنے مالک کے حضور پہنچ چکا ہے۔

وفات کی اطلاع ملتے ہی حضرت مولانا معراج الحق صاحب، صدر مدرس دارالعلوم اور حضرت مولانا محمد عثمان صاحب نائب مہتمم فوراً مرحوم و مغفور کے دولت کدہ پر آخری زیارت کے لیے پہنچے اور زیارت و تعزیت کے بعد مولانا محمد سالم صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ نماز جنازہ احاطہ دارالعلوم میں ادا کی جائے جسے موصوف نے قبول کر لیا چنانچہ اسی وقت دارالعلوم کی مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر دیا گیا کہ نماز جنازہ دارالعلوم میں ادا کی جائے گی۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم چونکہ اس وقت اپنے وطن بجنور رکھتے تھے، اس لیے انہیں اس عظیم سانحہ کی اطلاع پہنچانے کے لیے بجنور ایک آدمی بھیج دیا گیا۔ اطلاع ملتے ہی وہ اپنے برادر نسبتی مولانا شفیق الرحمن صاحب

باقی ص۱۶ پر

عبدالصمد صارم الازہری

جامع الکمالات

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ

میں اسٹرائک کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ، علامہ شبیر احمدؒ بھی ڈابھیل ضلع سورت تشریف لے گئے تھے، لہٰذا ہمارے دور میں وہ دارالعلوم دیو بند کے اساتذہ میں سے نہ تھے، ایک دفعہ معلوم ہوا کہ علامہ عثمانیؒ تشریف لائے ہیں تو میں ان سے ملنے کے لیے گیا، ان کا چھوٹا سا پرانا مکان تھا، اس کے کمرے میں سفید چادریں بچھی تھیں اور وہ بڑی متانت کے ساتھ تشریف فرما تھے، بار بار جیب میں سے ایک چھوٹا سا کنگھا نکال کر ریش مبارک میں کنگھا کر رہے تھے۔ یہ ان کی عادت تھی۔ ان کی مجلس میں بڑی متانت و سنجیدگی ہوتی تھی اور وہ بڑی عالمانہ باتیں کیا کرتے تھے مگر اتنی دلچسپ کہ مجلس سے اُٹھنے کو جی نہ چاہتا، ان کی مجلس میں قاری طیبؒ کی مجلس کی طرح لطائف و ظرائف نہیں ہوتے تھے بس خالص عالمانہ باتیں ہوتی تھیں۔

پھر ایک دفعہ اس زمانے میں ملاقات ہوئی جب کہ بہار میں زلزلۂ عظیم آیا تھا اور اور شہر کے شہر برباد کر گیا تھا تو محلہ قلعہ کی جامع مسجد کے باہر ان کی تقریر ہوئی موضوع زلزلہ تھا انہوں نے سورۂ زلزال کی تفسیر بڑے ہی عالمانہ انداز میں بیان کی چونکہ اسٹرائک کے بعد وہ دارالعلوم میں قدم رنجہ نہ فرماتے تھے اور دیو بند کی جامع مسجد میں قاری طیبؒ وعظ فرمایا کرتے تھے لہٰذا ان دو مقامات پہ تو ان کی تقریر نہیں رکھی گئی تھی، محلہ قلعہ کی جامع مسجد میں یہ تقریر ہوئی تھی پھر بھی بڑا مجمع تھا۔ کوئی گھنٹہ بھر انہوں نے تقریر کی اس کے بعد بیس روپے اپنی جیب سے نکال کر مصیبت زدگانِ بہار کے لیے چندہ دیا اور پھر لوگوں سے چندے کی درخواست کی۔

اس تقریر میں ہندو مذہب کے چھوت چھات کا ذکر آگیا تو فرمایا میں نے قرآن شریف کو دیکھا کہ کہیں قرآن شریف میں بھی چھوت چھات کا ذکر ہے تو سامری کا ذکر میں نے دیکھا اسے لامساس کی سزا دی گئی تھی، اس قسم کے عجیب و غریب نکات انہوں نے واخرجت الارض اثقالہا کے بارے میں بیان کیے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ سورت زلزلۂ بہار کی پوری پوری ترجمانی کر رہی ہے۔ وہ بڑے شیریں مقال تھے۔

پھر ایک دفعہ ان سے شیر کوٹ ضلع بجنور میں ملاقات ہوئی، شیر کوٹ میرا ننھیال ہے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو تقریر کے لیے دعوت دی تھی، شیر کوٹ کے مشہور شاعر مولانا عبدالقیوم شیر کوٹیؒ (جو میرے استاد بھی تھے) نے علامہ صاحب کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا تھا دو شعر یاد رہ گئے ہیں ؎

مولوی شبیر احمد تو دکھی دیلعمی
وہ دم تقریر دکھلائے جو اعجازِ مستق
بے نظیر و بے مثل و زبدۂ اہلِ زمن
بت گریں سجدے میں اور ایمان لائیں برہمن

حضور نظام نے بہت چاہا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ حیدر آباد کے شیخ الاسلام بن کر رہیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا تو پھر علامہ شبیر احمد عثمانی سے درخواست کی انہوں نے منظور کر لیا۔ لہٰذا وہ کبھی کبھی حیدر آباد تشریف لایا کرتے تھے اور مولوی فیض الدین ایڈووکیٹ کے مکان پر ٹھہرا کرتے تھے میرے والد صاحب علامہ قاضی ظہور الحسن ناظم بھی یہیں رہتے تھے۔ حیدر آباد میں یہ دستور تھا کہ جس کسی مولوی کا وعظ حضور نظام سننا چاہتے تھے تو اس کی تقریر کسی نواب کے گھر رکھ دیتے تھے پھر درمیان جلسے میں وہ تشریف لے آیا کرتے تھے۔ ندوۃ العلماء والوں نے کوشش کی کہ سید سلیمان ندوی شیخ الاسلام بنا دیئے جائیں چنانچہ ایک نواب کے گھر ان کی تقریر رکھی گئی مگر جب حضور نظام تشریف لائے تو ان سے بولا نہ گیا لہٰذا یہ تو رہ گئے اور شبیر احمد عثمانی نے بے دھڑک تقریر کی کہ نظام بغیر داد دیئے نہ رہ سکے، انہوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا حضرت بلالؓ کے جوتے کا تسمہ اگر نظام دکن کے تاج میں لگا دیا جائے تو ان کے لیے باعثِ شرف ہوگا۔ نظام فوراً بولے مولانا آپ صحیح فرماتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے ان حالی موالی وزراء اور نوابوں کی وجہ سے کہی تھی جو ان کو شیعہ بنانا چاہتے تھے۔ ایک عجیب لطیفہ ہوا شیعہ حضرات نے لکھنؤ سے کسی مجتہد کو بلایا کہ نظام ان کی تقریر سنیں چنانچہ حسب دستور کسی نواب کی کوٹھی پہ تقریر رکھی گئی مگر جب نظام تشریف لائے تو انہوں نے کہا "میں ہوں نطفۂ ناتحقیق"۔ نظام نے کہا "ہیں"۔ اور وہ جوتے لے کر بھاگ گئے، بہر حال شبیر احمد عثمانی کے مقابلے پر کوئی بھی نہ جم سکا۔

میں جس وقت الازہر قاہرہ میں زیر تعلیم تھا۔ مولانا یوسف بنوریؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی سوانح حیات نفحۃ العنبر لے کر گئے تھے، دعوت میں الازہر کے بڑے بڑے شیوخ تھے انہوں نے نفحۃ العنبر

محمد نعیم ترین
کوئٹہ

قائد تحریک نظام مصطفیٰ حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہ

نیّر ولایت، آفتاب ہدایت، شہباز سیاست صاحب فراست، مجاہد تحریک ختم نبوت، قاطع شرک و بدعت، نامور خطیب، داعی اتحاد، مفسر قرآن، محدث دوراں، مدرس فقیہ، اسلامی جمہوریت کے علمبردار، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز روحانی فرزند، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا نام نامی سنتے ہی دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور ذہن کی کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔

اقوام مشرق و مغرب نے قطب و ابدال اور رشیوں کو جنم دے کر روحانی دنیا سے برائی کی جڑیں کھوکھلی کر دیں تو اس سرزمین نے کچھ ایسے لوگوں کو جنم دیا کہ جن کی ایک للکار سے شاہوں کے ایوان متزلزل ہو جاتے تھے اور ظالم و جابر حکمرانوں کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا کرتے تھے اور ان کے ظلم و بربریت کا نقشہ ایک عجیب انداز میں کھینچتے تھے اور بر سر عام ان کے ظلم و ستم کو بیان کرتے تھے اور لوگوں کے ذہنوں میں ایک ایسا انقلاب اور آزادی کی شمع روشن کرتے تھے کہ دنیا دیکھتی رہ جاتی تھی۔ ایسے لوگ جب بھی دنیا میں آئے ساز گار ماحول نے ان کا خیر مقدم نہیں کیا بلکہ وہ آگ اور خون کی وادیوں سے گزر کر پرچم اسلام کو سربلند رکھتے تھے۔ وہ سلاطین جائر کے گریبانوں سے کھیلتے تھے۔ حاکم کے روبرو اس کے ظلم کی دھجیاں اڑاتے تھے، سلطنتوں کے تار و پود بکھیرتے تھے، منبر و محراب سے میدان کارزار پہنچتے تھے۔ ظلمت کے اندھیروں میں چراغ رحمت ہوتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود علیہ الرحمۃ کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ جرأت و استقامت عطا کی تھی جس کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ان کے اعلیٰ کردار پر قومیں فخر محسوس کرتی رہیں گی۔ آنے والی نسلیں ان کے اعلیٰ کردار کو دیکھ کر اپنی زندگیاں سنواریں گی، زندہ قومیں ان کے نقوش سے اپنا نصب العین متعین کریں گی۔ ایسی مقدس شخصیتیں صدیوں کے بعد جنم لیتی ہیں۔

یہ وہ شخصیتیں ہیں جو بارگاہ ایزدی میں منظور و مقبول ہیں۔ انسانیت کے دلوں میں بھی یہی لوگ حکومت کرتے ہیں۔ انہیں زنداں میں تکلیفیں بھی راحت محسوس ہوتی ہے۔ مصائب کی آندھیاں ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ستم کے طوفان ہیچ لگتے ہیں۔ وہ ظلم کو للکارتے ہیں۔ بیڑیوں کو جد و جہد کا زیور کہتے ہیں۔ وہ ناموس رسالت کی خاطر اپنی جانوں کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتے۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ غلامی میں الجھی ہوئی انسانیت آزادی کے زیور سے آراستہ ہو جائے۔ ظلم کی دیواروں میں شگاف پڑ جائے، ظلم کی تاریکیاں کافور ہو جائیں۔ جنگ آزادی میں علماء حق نے جو کردار ادا کیا ہے اور جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود علیہ الرحمہ بھی ان مبارک ہستیوں کے تربیت یافتہ تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں جیلوں میں گزاریں۔ جس وقت انگریز کے خلاف بات کرنا جرم تھا اور کوئی شخص انگریز کے خلاف بات کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، اسوقت علماء حق میدان میں اترے، سروں پر کفن باندھے میدان میں اترے اور انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دنیا کو بتا دیا کہ علماء حق کٹ تو سکتے ہیں، لیکن صدائے حق نہیں چھوڑ سکتے اور اسی حق کی خاطر وہ سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے۔ وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ راہ حق میں آنے والی مصیبت کو خوش آمدید کہیں گے۔ ان کا بھروسہ صرف ذات خداوندی پر ہوتا تھا اور ان کی حق گوئی سے انگریز سامراج لرزہ براندام ہوتے تھے۔ ان کی ایک للکار سے انگریزوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا تھا۔ ان کی حیات کو انگریز اپنی فنا تصور کرتے تھے۔

اسی حق گوئی کی پاداش میں امام نسائیؒ کو مسجد میں شہید کیا گیا۔ مجدد الف ثانی کو جلال الدین اکبر نے تین سال جیل میں رکھا، امام شافعیؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ امام غزالیؒ کو نظام الملک بادشاہ نے تکلیفیں دیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے اٹھایا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

کے انگوٹھے کاٹے گئے۔ سلطان ٹیپو شہید نے جامِ شہادت نوش کیا۔ سید احمد شاہ شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی گردنیں بالاکوٹ کے مقام پر کاٹی گئیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مولانا یحییٰ علی کو سزائے موت کا حکم ہوا پھر عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا۔ ان کے ہمسر مولانا جعفر بھی تھے۔ مولانا احمد اللہ کو عمر قید کی سزا دی گئی جو کالے پانی کی جیل میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی جائدادیں ضبط کر دی گئیں قبریں اکھاڑ دی گئیں۔ جناب محمد ابراہیم کو عمر قید اور جائیداد ضبط کر لی گئی۔ مولانا مبارک علی عمر قید کی سزا کاٹتے ہوئے جیل میں انتقال کر گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کو چھ ماہ قید اور روالد شہید کر دیے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی؄ بانی دارالعلوم دیوبند جاد حریت میں مطلوب تھے۔ انگریزوں کا تمام عمر تعاقب کیا۔ بانی تحریک انقلاب عرب ریشمی رومال شیخ الہند مولانا محمود حسن؄ کو چار سال تک مالٹا کی جیل میں رکھا اور کمر پر لوہے کی گرم گرم سلاخیں لگائیں جس سے کمر کی چربی پگھل گئی اور بدن پر صرف ہڈی رہ گئی۔ حضرت حسین احمد مدنی؄ چودہ سال جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رہے۔ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی؄ کو ۲۲ سال کے لیے جلاوطن کر دیا گیا۔ مفتی محمد کفایت اللہ؄ کو دس سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ مولانا محمد علی جوہر؄ کو آٹھ سال جیل میں رکھا۔ مولانا شوکت علی؄ نے آٹھ سال جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں زندگی بسر کی۔ برصغیر پاک و ہند کے عوامی خطیب کاروانِ حریت کے سالار اعظم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری؄ گیارہ سال دو ماہ جیل میں رہے۔ مولانا مظہر علی؄ کو آٹھ سال جیل، ماسٹر تاج الدین انصاری؄ آٹھ سال قید، مولانا محمد گل کشمیر دو سال قید، مولانا غلام غوث ہزاروی؄ چھ سال قید، مولانا داؤد غزنوی چھ سال قید، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی؄ چھ سال قید، مولانا محمد علی جالندھری؄ چار سال قید، سید عطاء اللہ شاہ بخاری؄ کے دست راست آغا شورش کاشمیری؄ گیارہ سال جیل میں رہے۔

اسی طرح جنگِ آزادی میں چالیس ہزار علماء شہید کر دیے گئے۔ ان کو پھانسیوں پر لٹکایا گیا۔ انگاروں میں جلایا گیا۔ سؤروں کی کھالوں میں زندہ بند کر دیا۔ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ:

دھلی کے چاندنی چوک سے
لے کر خیبر تک ایسا درخت
نہ تھا کہ جس پر علماء
کی گردنیں نہ لٹکتی ہوں۔

کوئی شخص آزادی کا نام لیتا تو اسے گولی مار دی جاتی۔ اس نازک دور میں بھی ہمارے عظیم اکابر و اسلاف نے آگ اور خون کی وادیوں سے گزر کر پرچم اسلام کو سینے سے لگائے رکھا اور اسے سرنگوں نہ ہونے دیا۔

انہوں نے آگ میں جلنے کو خباب؄ کی سنت سمجھا۔ انہوں نے پھانسی پر لٹکنے کو زید بن دثنہ؄ کی سنت سمجھا۔ تکلیفیں اٹھانے کو مدینہ کے تاجدار کی سنت سمجھا اور اسی موقف پر اپنی جانیں دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی۔ ناظرین کرام حق اور باطل کی جنگ ہر دور میں ہوا کرتی ہے لیکن جب بھی کبھی کسی باطل نے سر اٹھایا تو اہل حق نے شمشیر بکف ہو کر اس کا مقابلہ کیا ہے اور باطل قوتوں کو خس و خاشاک کر کے رکھ دیا ہے۔

اسلاف کی نشانی حضرت مولانا مفتی محمود؄ بھی ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا لیکن کسی ظالم کے سامنے جھکنا گوارہ نہ کیا۔ مفتی محمود؄ نے اپنے اکابر کی یاد تازہ کرتے ہوئے وقت کے فرعونوں سے ٹکر لی اور اسلام کی عظمت و صداقت کا لوہا منوانے کے لیے میدان کارزار میں اترے۔ مفتی محمود؄ اصولوں کے بہت پابند تھے اور انہوں نے کبھی اصولوں پر سودا بازی نہیں کی اور تمام عمر اصولوں کی خاطر جنگ لڑتے رہے۔ انہوں نے اصولوں ہی کی بنا پر صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ چھوڑ کر ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔ آپ نے متعدد سمجھوتوں اور پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔ مولانا مفتی محمود؄ کو وقت کے حکمرانوں نے ہر چند ڈرایا دھمکایا لیکن وہ مرد قلندر اصولوں سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں جیل کاٹی۔ مفتی محمود؄ ۱۹۵۷ء اور ۱۹۷۷ء میں پابند سلاسل رہے۔ ایوبی آمریت اور بھٹو کی سفاکانہ ظلم و بربریت کے خلاف واحد شخص مولانا مفتی محمود؄ تھے جنہوں نے حزب اختلاف کے قائد کی حیثیت سے قوم کی رہنمائی کی جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ انہیں اللہ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ آپ ایک عالم باعمل، مفسر قرآن، محدث دوراں، خطیب اور مدرس و مفتی تھے جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اہم اور دقیق موضوعات پر کئی ہزار فتاویٰ صادر فرمائے۔ دورِ ایوبی کے بعد جب یحییٰ خان برسر اقتدار آئے اور انہوں نے عام انتخابات کا اعلان کیا تو مارچ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں مفتی محمود مرحوم واحد شخص تھے جنہوں نے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے حلقے سے بھٹو کو شکست دی اور اس طرح فاتح بھٹو کا خطاب حاصل کیا اور بھٹو کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ میں آئندہ کبھی مفتی صاحب کے مقابلے میں الیکشن نہیں لڑوں گا۔

یکم مئی ۱۹۷۲ء کو مفتی صاحب؄ نے وزارت اعلیٰ کا حلف اٹھایا۔ اپنی حکومت کے نو مہینوں کے دوران صوبہ سرحد میں جو کارنامے آپ نے سرانجام دیے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ سب سے پہلے اس درویش صفت وزیر اعلیٰ نے شراب پر پابندی کا حکم جاری کیا۔ اگرچہ اس سے صوبائی حکومت کو چالیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا لیکن اس مرد مجاہد نے اس نقصان کو اخروی فائدہ سمجھتے ہوئے رمضان المبارک کے احترام کا آرڈیننس جاری کیا۔ خلاف ورزی کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ جرمانہ اور دو ماہ قید کی سزا رکھی۔ اردو زبان

کو سرکاری زبان قرار دیا۔ جہیز پر پابندی لگائی۔ شلوار اور قمیص کو سرکاری لباس قرار دیا۔ خواتین کے لئے پردہ لازمی قرار دیا۔ تعلیمی اداروں میں داخلہ کے لیے قرآن مجید کا ناظرہ پڑھا ہوا اور نماز با ترجمہ یاد ہونا لازمی قرار دیا۔ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ ہوتے ہوئے بھی آپ کے کردار و گفتار چال چلن، لباس اور معاشرتی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

مفتی صاحب کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملک کی نو جماعتوں کے قائد منتخب ہو گئے اور کالعدم قومی اتحاد کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے تحریک نظام مصطفےٰ کو اس انداز سے چلایا کہ بھٹو جیسے مضبوط کرسی والے کو بھی آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ تحریک کے دوران آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا لیکن آپ کے استقلال اور ثابت قدمی میں کوئی فرق نہ آیا اور بالآخر حکمرانوں کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

آپ کے بے داغ کردار سے بہت سے لوگ متاثر تھے۔ مولانا مفتی محمودؒ کو ملک میں بالعموم اور صوبہ سرحد و بلوچستان میں بالخصوص جو مقام شہرت اور مقبولیت حاصل تھی وہ ان کی علمیت اور بے داغ سیاست کی وجہ سے تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم عوام کے ایسے محبوب رہنما تھے جو نازک سے نازک مرحلہ میں بھی قوم کی رہنمائی کرتے تھے۔ جہاں بھی جاتے عوام کی بڑی تعداد آپ سے اپنے مسائل بیان کرتی۔ آپ کو عوام میں ایسی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی کہ عوام آپ کی زیارت کے لئے ترستے تھے۔ علماء کی بڑی تعداد آپ کی مجلس میں بیٹھنے کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتی تھی۔ آپ سے علمی معلومات حاصل کرتی۔

جب کسی شہر میں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچتی تو وہاں خوشیوں کی لہر دوڑ جاتی اور ظلم و بربریت اور جمہوری اقدار کو پامال کرنے والے اپنے عالی شان محلوں میں لرزہ براندام ہوتے کیونکہ وہ مردِ حق برسرِ عام ایسے لوگوں کو بے نقاب کرتا تھا۔

محمد حسین ہزاروی

مفکرِ اسلام مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہ

تین برس گزر جانے کے بعد بھی دل تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ وفات پا گئے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا،" یعنی قرآن اور حدیث کے علم کو اجاگر کرنے والے دنیا سے اٹھا لیے جائیں گے۔ اس طرح جہالت بڑھ جائے گی اور علم دین کی نشر و اشاعت میں کمی واقع ہو جائے گی۔ آپ کی وفات سے عظیم خلا پیدا ہوا ہے جس کا پُر ہونا ناممکن ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ عالم اسلام کے مفکر و مدبر تھے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ فرمایا کرتے تھے "سیاست میں مولانا مفتی محمودؒ کی مثال نہیں ملتی۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ آج ہوتے تو مفتی اعظم مفتی محمود کی خدمات پر ناز کرتے۔ انہوں نے پاکستان میں ایسی گرانقدر خدمات انجام دیں جس کی مثال نہیں ملتی۔

تحریک ختم نبوت میں حضرت مفتی محمودؒ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ عوام کو متحرک کیا، کتابیں تحریر کیں، لوگوں کو بیدار کیا، اپنے اکابر کا مشن زندہ کیا۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ایک بار آپ نے ایک عجیب بات کا انکشاف کیا وہ یہ کہ جب اس مسئلہ پر رات کو بحث ہو رہی تھی۔ قادیانیوں سے متعلق ایک فائل پر کبوتر نے گندگی پھیلا دی حالانکہ چھت پر کوئی گھونسلا نہ تھا اور کبوتر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس پر حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا:

"یہ گندگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ قادیانیوں کا مذہب گندا ہے غلیظ ہے اور اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اشارہ ہے کہ یہ مرتد جھوٹے کذاب ہیں ان کو اسلام سے خارج کیا جائے۔

یہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کے طور پر ایسا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ حضرت مفتی محمودؒ نے ارکان اسمبلی کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کہ مرزائی قادیانی کافر ہیں مرتد ہیں غیر مسلم ہیں۔ یہ مرحوم کا عظیم کارنامہ ہے جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ اس کو سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔

مولانا مرحوم انتہائی سنجیدہ جید عالم دین شیخ التفسیر والحدیث اور شعلہ نوا خطیب اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ فرائض کو دیانت کے ساتھ پورا کرتے اور نوافل اور وظائف کو کبھی نہیں چھوڑا۔ سفر اور بیماری میں بھی تہجد کی نماز ترک نہ کی۔

حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہ کو توحید و سنت سے والہانہ محبت تھی۔ وہ توحید و سنت کے سچے عاشق تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو قرآن و سنت کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے وقف کر دیا تھا اور اس کے لیے قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

ظہور الدین بٹ

پہلی قسط

تیرہ نشانیاں

پادری کی لاش دفن کرنے کی بجائے لوگوں نے شام کے بارونق بازار میں ایک درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ پھر انہوں نے لاش پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ یہ ان کے بڑے پیشوا کی لاش تھی جسے وہ اُسقف کہتے تھے۔

لاش پر پتھر، وہ اُس سے اپنی نفرت کو ظاہر کرنے کے لیے، برسا رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے مذہبی رہنما مذہبی پیشوا اُسقف کے انجام سے سبق سیکھیں اور دنیا کے مال و دولت اور زر و جواہر جمع کرنے سے باز رہیں۔ ابھی چند گھنٹے پہلے جب وہ اُس کے کفن دفن کا انتظام کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے تو انہیں پادری کے نوجوان شاگرد کی باتوں کا یقین نہیں آرہا تھا۔ انہیں نوجوان کی بات پر اعتبار نہیں آرہا تھا کہ دوسرے لوگوں کو صدقہ اور خیرات کرنے کا سبق دینے والا، خیرات کے نام پر ملنے والی چاندی، سونا اور مال و دولت غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کی بجائے خود اپنے پاس جمع کرتا ہے۔ اس طرح اس نے سونے اور چاندی سے سات مٹکے بھر رکھے ہیں۔

لوگوں کو نوجوان کی باتوں پر اُس وقت یقین لانا پڑا جب وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر اُس جگہ پہنچ گیا جہاں پر سونے چاندی سے بھرے ہوئے مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں اس پادری کے لیے نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

یہ نوجوان کچھ عرصہ پہلے اس گرجا گھر میں آیا تھا۔ وہ یہاں دین کا علم حاصل کرنے پہنچا تھا۔ وہ ایران کے مشہور شہر اصفہان کی ایک بستی کا رہنے والا تھا۔ اُس کا باپ بستی کا مشہور زمیندار بوذخشاں تھا۔ خود نوجوان کا نام "مابہ" تھا۔ وہ آتش پرست تھے۔ اُن کے گھر میں ایک آتشکدہ تھا جس میں دن رات آگ جلتی رہتی تھی۔ جو خادم آتشکدے کی آگ جلانے پر مامور ہوتا اسے قطن کہا جاتا تھا۔ مابہ بھی اپنے گھر کے آتشکدہ کا قطن تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے قطن کے والد کو گھر پر کوئی ضروری کام تھا۔ اُن کے والد بوذخشاں نے اپنے بیٹے مابہ سے کہا کہ آج وہ زمینوں پر جا کر وہاں کام کی نگرانی کرے۔ وہ کھیتوں پر جانے کے لیے گھر سے نکلا تو اس نے راستے میں عیسائیوں کی عبادت گاہ گرجا گھر کو دیکھا۔ اس خوبصورت عبادت گاہ کو دیکھنے کا شوق نوجوان کو عبادت گاہ کے اندر لے گیا۔ اُس نے وہاں بہت سے نورانی چہرے والے لوگوں کو صف میں کھڑے عبادت کرتے پایا۔ وہ لوگ کسی ان دیکھے خدا کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔ اُن کی عبادت کا طریقہ، حمد اور طور طریقے اسے بہت پسند آئے۔ اس نے سارا دن وہیں گزار دیا۔ اُسے ان لوگوں کے دین سے لگاؤ پیدا ہو گیا اور وہ دل ہی دل میں خود سے کہنے لگا کہ یہ دین میرے دین (آتش پرستی) سے کہیں بہتر ہے۔ اس نے گرجا گھر میں موجود لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے اور ان سے پوچھا کہ ان کا مذہب اختیار کرنے کے لئے اسے کہاں جانا پڑے گا۔

اس کی یہ بات سن کر نورانی چہرے والے لوگوں میں سے ایک نے جواب دیا۔ "نوجوان تمہیں اس دین کو اپنانے کے لئے شام جانا ہو گا۔"

نوجوان مابہ سورج غروب ہونے کے بعد واپس گھر پہنچا تو اس نے اپنے والد سے دن بھر کا قصہ کہہ سنایا۔ اس کی باتیں سن کر کہا "بیٹا! ہمارا دین نصارٰی کے دین سے بہتر ہے۔"

مگر باپ کی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اصرار کرنے پر نوجوان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تاکہ گرجا گھر نہ جا سکے۔ گھر کا ایک ملازم مابہ سے بہت پیار کرتا تھا۔ اس نے اس ملازم کے ذریعے عیسائیوں کو کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کی طرف جانے لگے تو اسے اطلاع کر دی جائے۔

کچھ دنوں بعد اسے عیسائیوں کی طرف سے پیغام ملا کہ فلاں دن قافلہ شام جا رہا ہے۔ اس نے اپنے اس رازداں ملازم سے بیڑیاں کٹوائیں اور جا کر قافلے میں شامل ہو گیا۔ اس طرح اس نے پہلی مرتبہ نئے دین کے لئے ماں باپ رشتہ داروں، سکھ اور آرام کی زندگی کو چھوڑا اور مابہ شام پہنچ گیا۔

شام پہنچ کر وہ اس گرجا گھر کا پتہ کرنے میں لگ گیا جس کا پتہ بستی کے عیسائیوں نے بتایا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا ایک بزرگ فرش پر بیٹھا ہے۔ اس کے چاروں طرف بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے اس کی باتیں سن رہے ہیں۔ وہ بھی ان میں شامل ہو گیا۔ اس نے

اس بزرگ سے عرض کی کہ میں دُور دراز کے ملک اصفہان سے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر آپ کے دین میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تربیت دیں۔"

پادری نے نوجوان کا جذبہ دیکھ کر اُسے اپنے ساتھ گرجا میں رہنے کی اجازت دے دی۔ اس کے پاس رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کو اس کی مکاری کا پتہ چل گیا۔ اس نے دیکھا وہ بہت دنیا دار ہے۔ لوگوں کو صدقہ اور خیرات دینے کو کہتا ہے۔ خیرات اور صدقات میں دی ہوئی چاندی اور سونا جمع کرلیتا ہے۔ نوجوان اس سے بیزار ہوگیا اور اس سے نفرت کرنے لگا۔

~~~~

گرجے میں آنے والے نئے پادری نیک، خدا ترس اور عبادت گذار تھے۔ ماہ بہ نے ان جیسا پابند دین انسان پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے ان کی سادگی اور دین سے محبت نے ماہ بہ کے دل میں گھر کرلیا۔ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت ان کی قربت میں گزرتا۔ کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہونے لگا تو ماہ بہ نے ان سے کہا "مجھے وصیت فرمائیں، دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اب میں کہاں جاؤں؟"

پادری نے بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ماہ بہ تم موصل چلے جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ انتقال کر گئے۔

ماہ بہ ایک مرتبہ پھر پریشان ہوگیا۔ اس نے پادری کی تدفین کی رسومات ادا کرنے کے بعد موصل کی راہ لی۔ تلاش کرتے کرتے وہ اس پادری کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ساری کہانی بیان کر دی۔ اس نے اسے بھی بہت نیک، خوش اخلاق اور باکردار پایا، مگر خدا کی قدرت، اس خدا ترس پادری کی زندگی نے بھی وفا نہ کی اور وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے بھی مرنے سے پہلے ماہ بہ نے ان سے پوچھا۔ "جناب میری قسمت میں سفر ہی سفر لکھا ہے۔ مجھے بتائیں، اب میں دین کا علم حاصل کرنے کے لیے کس کے پاس جاؤں؟"

پادری نے کہا۔ "میرے بچے! یہ دنیا ظالموں اور دھوکہ بازوں سے بھری پڑی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں میں کہاں جانے کو کہوں؟ آج مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو خلوص کے ساتھ اللہ کے دین پر قائم ہو۔ ہاں البتہ "نصیبین" کے علاقے میں دو آبہ میں جو دجلہ اور عراق کے شمالی حصہ میں واقع ہے اللہ کا ایک نیک اور دیندار بزرگ رہتا ہے۔ میرے مرنے کے بعد تم وہاں چلے جانا' وہ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ پادری بھی اللہ کو پیارا ہوگیا۔

نوجوان نے ان کے کفن دفن کا انتظام کیا اور نصیبین کی طرف چل پڑا۔ انہوں نے بڑی شفقت اور پیار سے ماہ بہ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ یہ بھی بڑے اللہ والے بزرگ تھے۔ اللہ کی قدرت ان کی موت کا بھی وقت قریب آیا تو ماہ بہ نے ایک مرتبہ پھر اپنا سوال دہرایا۔

ماہ بہ کی حسرت بھری خواہش سن کر اس پادری نے کہا "سرزمین روم میں عموریہ نامی شہر میں ایک بزرگ پادری رہتے ہیں۔ میرے بعد تم ان کے پاس چلے جانا۔ ماہ بہ نے لوگوں کو جمع کر کے ان کی آخری رسمیں ادا کیں اور نئے سفر پر چل دیا۔ عموریہ پہنچ کر وہ اپنے نئے استاد کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ پادری بھی بڑا خدا ترس، دین دار اور با اخلاق انسان تھا۔ ماہ بہ یہاں پہنچ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے ان کی خدمت میں رہ کر محنت مزدوری کر کے کچھ گائیں اور بکریاں خرید لیں اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس پادری کی خدمت میں گزارتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جانوروں کو چرا کر اپنے اخراجات پورے کرتا۔

اس پادری کا وقت قریب آیا تو ماہ بہ نے اس سے رہنمائی چاہی۔ اس کی یہ بات سن کر پادری ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولے۔ "خدا کی قسم! میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو آج اللہ کے اُس دین پر قائم ہو جس پر آج صبح میں نے اور تم نے آنکھ کھولی ہے لیکن اب وقت آگیا ہے جب اللہ اپنا ایک نبی بھیجے۔ آنے والا نبی دین ابراہیمؑ پر مبعوث ہوگا۔ اس کا ظہور جزیرہ نما عرب میں ہونے والا ہے۔ اس کی ہجرت گاہ کالے پتھروں والی دو زمینوں کے بیچ ہوگی اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں کھجوروں کے درخت اور باغات ہیں۔ خدا تمہیں ان کا دیدار بخشے۔ میرا تو آخری وقت آن پہنچا ہے مگر تم ضرور اس آنے والے نبی کا زمانہ دیکھو گے۔ یہ کہتے کہتے اس پادری کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے جوش میں آکر کہا۔ "ماہ بہ اس آنے والے کی تین نشانیاں ہوں گی۔ وہ صدقے کا مال نہیں کھائے گا۔ ہدیہ وہ بخوشی قبول کرے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے بیچ مہر نبوت ہوگی۔

اس نیک اور خدا ترس انسان کا انتقال ہوا تو ماہ بہ بڑا پریشان ہوا۔ ان کے کفن دفن کا بندوبست کرنے کے بعد اب وہ ایسے قافلے کی فکر میں رہنے لگا جو سرزمین عرب کی طرف جا رہا ہو۔ (جاری ہے)

حدیث شریف

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر اس کے امکان میں ہو طہارت کرے۔ پھر اپنا تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرے بعد اس کے (جمعہ کی نماز کے لئے) نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان میں (جو مسجد کے اندر مل کے بیٹھے ہوں) تفریق نہ کرے پھر جس قدر اس کی قسمت میں ہو نماز پڑھے بعد اس کے جس وقت امام خطبہ پڑھنے لگے چپ رہے تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے (گزشتہ) جمعہ کے درمیان میں (ہو گئے ہیں) بخش دیے جائیں۔
~~~~

محرم ماہ

حُرمت اور احترام کا مہینہ

اللہ جلّ شانہ کے اپنے برگزیدہ نبیوںؑ اور بندوں پر احسانات و برکات کی چند جھلکیاں

- حضرت آدم علیہ السلام کو برگزیدہ بنایا۔
- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر ٹھہرائی۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔
- حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے ۴۰ برس بعد ملے
- حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت کی۔
- حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک واپس کیا۔
- حضرت ایوب علیہ السلام کے مصائب دور فرمائے۔
- حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے بچ کر نکلے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون غرقِ نیل ہوا۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
- ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوئی۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ اور ۱۰ محرم کو روزہ رکھا اور اس کی تاکید فرمائی۔
- خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔
- حضرت امام حسینؓ کربلا میں شہید کر دیے گئے۔

یہ مہینہ بعثتِ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ پُرنور تک مختلف ادوار میں باعثِ خیر و برکت اور ذریعۂ نجات رہا ہے

یہ مہینہ راہِ دین میں سر دھڑ کی بازی لگا دینے کے جذبہ، اسلام کی سربلندی کے لیے اہل و عیال کو قربان کر دینے کے عمل، حق گوئی و بے باکی، شجاعت و جوانمردی اور ایثار و استقلال کی روشن مثالوں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

یہ مہینہ نہ صرف ہمارے اسلاف کی روایات اور اُن کے بلند پایہ کردار کا آئینہ دار ہے، بلکہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی روشنی عطا کرتا ہے۔

بقیہ: قاری محمد طیبؒ

کو لے کر بجنور سے روانہ ہوگئے اور بعد مغرب دیوبند پہنچ گئے۔ حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند بھی اپنے صاحبزادہ کے ہمراہ مغرب کے لگ بھگ دیوبند آگئے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ اس وقت بمبئی تھے۔ انہیں وہیں بذریعہ ریڈیو اس حادثہ جانکاہ کی خبر ملی۔ وہ اپنے سارے پروگرام کو منسوخ کر کے بذریعہ ہوائی جہاز وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے اور دہلی سے بذریعہ کار نماز عشا کے قریب دیوبند پہنچ گئے۔ اتفاقاً موصوف اس وقت شدید نزلہ و بخار میں مبتلا تھے لیکن تجہیز و تکفین میں شرکت کی غرض سے تکلیف کے باوجود مسلسل سفر کی صعوبت برداشت کر کے دیوبند پہنچے۔

اعلان کے مطابق بعد نماز عشاء جنازہ احاطۂ دارالعلوم میں لایا گیا اور دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، ذمہ داران و کارکنان اور دیوبند و قرب و جوار کے تقریباً پانچ چھ ہزار کے عظیم اجتماع نے صاحبزادہ مولانا محمد سالم کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور تقریباً ساڑھے دس بجے علوم و معارف اور اسرار و حکم کے اس خزانہ کو مقبرۂ قاسمی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مدفون کر دیا۔

اللھم انزل علی روحہ وعبدہ وتربتہ شآبیب رحمتک ورضوانک واجعلہ من عبادک المقربین۔

(آمین یا ارحم الراحمین)

ترجمان اسلام میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

از حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ

ذکر اللہ کے فضائل و برکات

نسخہ کیمیا برائے اطمینان قلب

اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنی کلام مقدس میں اطمینان قلب کے لیے ایک نسخۂ کیمیا تجویز فرمایا ہے۔ وہ نسخۂ کیمیا ذکر اللہ ہے۔ ہر وقت زبان پر اللہ کا نام اور دل میں اللہ کی یاد ہو۔ دل کی تمام پریشانیاں دور ہوں گی۔ اطمینان قلبی نصیب ہوگا۔ ذکر اللہ سے دل میں جو سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے وہ دولت جاگیروں اور سلطنتوں و وزارتوں سے میسر نہیں ہو سکتا بلکہ ان سے تو اضطراب قلب اور افکار کی بیماری میں روز بروز ترقی ہوتی ہے ذکر الٰہی دنیا کے تفکرات سے آزاد کرتا ہے۔ ایک ذات پر اعتماد بھروسہ یعنی توکل علی اللہ کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔

انسان جسم و روح سے مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دونوں اجزاء کے لیے غذا عطا فرمادی ہے۔ جس طرح جسم بغیر غذا کے کمزور و نحیف ہوجاتا ہے اسی طرح روح بھی بغیر غذا کے کمزور ہوجاتی ہے اور روح کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ ذکر اللہ سے روح تقویت و فرحت پاتا ہے۔ دلوں سے وحشت و اضطراب دور ہوجاتا ہے۔

طریق شکر انعامات الٰہی

انعامات خداوندی لا تعد ولا تحصیٰ ہیں جن کا شمار نا ممکن ہے۔ ان تمام انعامات کا شکر انسان پر لازم و واجب ہے اور ادائے شکر کا طریق یہ ہے کہ ساری زندگی میں رب کی پہچان اور اس کی یاد کا مشغلہ جاری رکھے۔ اسی کو ہی مقصد حیات سمجھے۔ اس لئے مشائخ رحمہم اللہ نے توجہ دلائی ہے کہ اگر انسان فلاح و کامیابی چاہتا ہے تو توجہ الی الحق اور انقطاع عن الخلق یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق جوڑے اور ماسوی اللہ سے اعراض کرے اور یہ چیز ذکر الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔

عقلمند کون ہیں

آجکل عقلمند اس کو سمجھا جاتا ہے جو بہت بڑا انجینئر ہو یا سائنسدان، تجارت کا خوب ملکہ رکھتا ہو یا نئی نئی ایجادات ریڈیو، ٹی وی، وائرلیس جہاز وغیرہ جیسی مشینریاں تیار کرنے کی مہارت رکھتا ہو اگرچہ اس کا دل معرفت حق سے محروم ہو۔ ایسے لوگوں کو چالاک ہوشیار تو کہا جا سکتا ہے لیکن عقلمند نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں عقل مند وہ ہیں جو ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے قلوب معرفت حق اور یاد الٰہی سے آباد ہیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لایات لاولی الالباب، الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار (آل عمران رکوع ۲۰)

ترجمہ: بیشک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں البتہ نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے (عقلمند کون ہیں) وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور فکر کرتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش میں۔ (اور یہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو عیوب اور شرکیوں سے پاک ہے۔ بس ہم کو عذاب جہنم سے بچا۔

دیکھئے قرآن مجید نے ان لوگوں کو عقلمند کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناظر دیکھتے ہیں اور ان میں فکر کرتے ہیں کہ خدا نے ہمارے لیے آسمان کو چھت بنایا اور زمین کو بچھونا۔ پھر آسمان سے پانی اتارا اور زمین سے انگوری نکالی۔ ہماری جسمانی غذا کا انتظام فرمایا۔ پھر کام کاج کے لئے دن بنایا اور آرام کے لئے رات بنائی۔ ان انعامات کے شکر کے طور تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دیتے ہیں۔ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے۔ ان کے دل میں اللہ کا ذکر اور زبان پر اللہ کے نام کا ورد جاری رہتا ہے اور وہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو نے ان چیزوں کو بیکار نہیں پیدا کیا بلکہ ان میں ہمارے لئے معرفت حق کا سبق ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ! تیری ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، تو شرکیوں سے بھی پاک ہے اور عیوب سے بھی پاک۔ ان کے دل میں خوف خدا بھی ہے۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے درخواست بھی کرتے ہیں کہ ہم کو آخرت میں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

ہر وقت ذکر اللہ کا وقت ہے

نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ عبادات کے اوقات مقرر ہیں مگر ذکر الٰہی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر اللہ کا وقت ہے۔

(جاری ہے)

مدیر کی ڈاک

مرزائی چیف آڈیٹر سے نجات دلائی جائے

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم

آپ کے جریدے کی وساطت سے میں واپڈا کے اعلیٰ حکام تک اپنی گزارشات پہنچانا چاہتا ہوں۔

میں مرزائی چیف آڈیٹر واپڈا ایم۔ وائی خان (محمد یوسف خان) اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں انتہائی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوں۔

میں اس دفتر میں جو کہ "دفتر چیف آڈیٹر واپڈا، ۲۔ جسٹس کیانی روڈ، لاہور" کے نام سے ہے آڈٹ اسسٹنٹ ہوں۔ میں نے اس دفتر میں تقریباً ایک سال تک نماز ظہر کی امامت کروائی اور جب یہ مرزائی چیف آڈیٹر اس دفتر میں آیا تو اس نے نماز بند کرادی اور مجھے طرح طرح سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ دفتر کے لوگوں کو میری بے عزتی کرنے پر مجبور کیا گیا، وہ مجھے بہت ذلیل و رسوا کرتے، آوازے کستے اور گالیاں تک دیتے ہیں۔ اس مرزائی چیف آڈیٹر نے بلا وجہ میرے سیکشن والوں سے جس کا ڈپٹی چیف آڈیٹر ایس۔ آر۔ خان تھا مجھ سے بے شمار بلا وجہ "وضاحتیں" طلب کیں اور اس اے۔ آر۔ خان (عبدالرشید خان) کے کہنے پر اس کے ماتحت عملہ شمشاد احمد اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر اور آڈٹ آفیسر عبدالکریم نے میری بے شمار جواب طلبیاں کیں۔ میری سالانہ رپورٹ بُری طرح خراب کی اور اس اے۔ آر۔ خان ڈپٹی چیف آڈیٹر نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مجھے نوکری سے نکال دینے کی سفارش مرزائی چیف آڈیٹر کو کی۔ اس مرزائی چیف آڈیٹر نے مجھے نوکری سے بلا وجہ معطل کر دیا اور چار ماہ تک مجھے نوکری سے معطل رکھا۔ اس دوران مجھے بقایا جات وغیرہ ادا نہ کیے گئے اور مجھے انتہائی ذہنی اذیت دی گئی، پریشان کیا گیا۔ اس کے بعد میرے ہر کام میں رکاوٹ ڈالی گئی۔ میری سالانہ ترقی بند کر دی گئی۔ میری سالانہ رپورٹ خراب کر دی گئی۔ تنخواہ اور دوسرے بقایا جات ادا کرنے میں مجھے انتہائی پریشان کیا گیا۔

غرضیکہ انہوں نے ہر طرح سے مجھے پریشان کیا اور ہر حربہ استعمال کیا۔ مجھے کئی سیکشنوں میں تبدیل کیا گیا اور ہر سیکشن میں مجھے بے عزت اور پریشان کیا گیا اور مجھے اپنا حق مانگنے پر دوبارہ نوکری سے معطل کر دیا گیا اور مجھے میرے گھر سے دور دراز علاقہ بھکر میں تبدیل کر دیا گیا۔ میری تبدیلی کی وجہ سے والدین، اور میرے بیوی بچے سخت پریشان ہیں۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے مرزائی چیف آڈیٹر واپڈا ایم۔ وائی۔ خان اور اس کے دوسرے مرزائی ساتھی محمد صادق آڈٹ آفیسر کے خلاف کارروائی کر کے میری پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اس مرزائی چیف آڈیٹر کو اس محکمے سے نکال دیا جائے اور حکومت کے نوٹس میں بھی یہ بات لائی جائے کہ مرزائی امت مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ کر رہی ہے۔ یہ مرزائی دفتر میں مرزائیت کی تبلیغ بھی کرتا ہے۔ اس نے بے شمار مرزائی آفیسرز بھرتی کیے اور کئی دوسرے واپڈا کے شعبوں سے تبدیل کر کے اپنے پاس لایا اور دفتر میں اپنی اکثریت و قوت پیدا کی جس کے خلاف میں نے آواز بلند کی اور اس کی پاداش میں مجھے کافی سزائیں دی گئیں۔ اب مجھے بھکر تبدیل کر کے انتہائی تکلیف و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے اور وہاں کے عملہ کو کہہ دیا ہے کہ اس کو ہر طرح سے پریشان کیا جائے۔

جناب والا! میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے میرے ساتھ انصاف کریں اور اس چیف آڈیٹر اور اس کے ماتحت مرزائی وغیر مرزائی ماتحت عملہ کے خلاف کارروائی کریں۔

قاری طیب نعیم اختر
گلی نمبر ۱۳، مکان نمبر ۴
عزیز روڈ، مصری شاہ
لاہور

حال تعینات
دفتر ڈپٹی چیف آڈیٹر واپڈا
فیصل آباد ریجن کی لوکل آڈٹ پارٹی
نمبر ۴ میں بطور آڈٹ اسسٹنٹ
کام کر رہا ہوں۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک سربراہ ہونا چاہیے

مکرمی جناب مدیر صاحب
السلام علیکم

مسلمان جن سخت حالات سے گزر رہے ہیں، وہ سب پر عیاں ہیں۔ اس کی بڑی وجہ مسلمانوں میں انتشار ہے، اس لیے سربراہی کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی بجائے پوری روئے زمین پر سب مسلمانوں کا فقط ایک سربراہ مقرر کرنا واجب ہے لہذا سب ممالک اسلامی کو فقط ایک مملکت بنانا واجب ہے خصوصاً ان بلاد اسلامی کو جن کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں یا ذرائع مواصلات ممکن ہیں! اس لیے سب مسلمان سربراہوں پر شرعاً و عقلاً واجب ہے کہ کسی ایک لائق مسلمان کو سربراہ

پیسے سے ہے جو تعلیمی و مذہبی اداروں کے لیے ناقابل برداشت ہے!
اس لیے صدر پاکستان اور وزیر خزانہ سے اپیل کی جاتی ہے کہ:

- عام کتب کے لیے ڈاک کی سابقہ شرح بحال کی جائے۔
- اسلامی، تعلیمی و تبلیغی اور ردّ مذاہب باطلہ کے مقاصد سے مفت تقسیم کیا جانے والا لٹریچر ڈاک کے ٹکٹ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
- مفت ڈاک کی ترسیل ناممکن ہونے کی صورت میں اسلامی، تعلیمی و تبلیغی اداروں کی طرف سے شائع کیے جانے والے لٹریچر کے لیے شرح ڈاک اخبارات کی شرحوں کے مطابق مقرر کی جائے یعنی انہیں ڈاکخانہ کا رجسٹرڈ "ایل" (ما) نمبر دے کر سہولت دی جائے کہ وہ جب چاہیں اپنا لٹریچر حوالہ ڈاک کر سکیں۔ اس کیلئے رجسٹرڈ "ایل" (ما) کی بجائے رجسٹرڈ ایل ٹی (T.ما) نمبر اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(مولانا) منظور احمد چنیوٹی
رئیس ادارات
دعوت وارشاد، جامعہ عربیہ
اشرف المدارس چنیوٹ

سرکاری ملازم قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا تعاقب کریں۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب
آپ کے مؤقر جریدہ کے توسط سے ایک انتہائی اہم اور ضروری دینی امر کی طرف پاکستان کے سرکاری مسلمان ملازمین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ قادیانی جماعت کی دیدہ دلیری کہ انہوں نے اسلم قریشی کو اغوا و قتل کیا اور اس جماعت کی دریدہ دہنی کہ انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گرونانک سے تشبیہ دی۔ جہاں تک علماء و عوام کا تعلق ہے بحمدہ تعالیٰ انہوں نے ہر محاذ پر قادیانیت کا نہ صرف مقابلہ کیا ہے بلکہ ان کو منبر و محراب سے قومی اسمبلی تک، سیشن کورٹ سے سپریم کورٹ تک اور پاکستان سے جنوبی افریقہ تک ذلّت آمیز شکست سے دوچار کیا ہے۔ قادیانی اپنی موت آپ مر گئے ہوتے۔ اس وقت اگر وہ زندہ ہیں تو دو باتوں کے باعث:

۱۔ ان کی اپنی تنظیم
۲۔ حکومت اور سرکاری آفیسرز و ملازم مسلمانوں کی بے حسی۔

قادیانی سپریم کورٹ کا جج ہو یا وزیر خارجہ، پہلے وہ اپنی جماعت کے سربراہ کے حکم کا پابند ہے پھر ملکی قانون کا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مرزائی ملازم ہر وقت اپنی جماعت کا سوچتا ہے، مگر مسلمان بے حس ہے۔

میں اپنے مسلمان سرکاری آفیسرز صاحبان و ملازمین سے صدر مملکت سے ایک چپڑاسی تک تمام حضرات سے دلسوزی و درد کے ساتھ مخلصانہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر قادیانی ایک جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوّت کے مبلغ ہیں تو ایک سچے نبی کے سچے امتی ہونے کے ناطے سے آپ پر بھی فرض عاید ہوتا ہے۔ سرکاری دفاتر و دوائر میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا تعاقب آپ کا فریضہ ہے

اللہ ربّ العزّت ہم سب کو اخلاص کے ساتھ ملک عزیز کے استحکام اور خدمت اسلام کا فریضہ بجا لانے کی توفیق بخشے۔ آمین

والسّلام
اللہ دسایا
خادم ختم نبوّت ربوہ

آئی جی پولیس پنجاب سے اپیل ہے

السّلام علیکم

ملک پر بیرونی حملہ کے خطرہ کے پیش نظر میں نے دفاعی تکنیک کے طور پر تعلیمی اداروں میں کلمہ طیبّہ کا ورد شروع کرایا تھا۔ ملک کے دور دراز حصول میں اشتہار بھیجے جس کی وجہ سے میری خط و کتابت اس موضوع پر بہت سے محبّ وطن افراد سے شروع ہو گئی۔

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مرزائی قادیانی تنظیم اس بابرکت دفاعی تکنیک کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

محکمۂ ڈاک کا مرزائی عملہ وقتاً فوقتاً چھاپہ مار کر میرے خط قبضے میں کر لیتا ہے اس کے بعد قادیانی جماعت ربوہ والے میرے معاونین کو دھمکیوں والے خط لکھ کر دہشت زدہ کرتے ہیں اور متعلقہ علاقہ کے تمام مرزائی آدم خور چمگادڑوں کی طرح اس ایک شریف انسان کو چمٹ جاتے ہیں۔

تقریباً دو سال سے میرے خطوط کی چوری کا سلسلہ جاری ہے۔ میں کئی پتے تبدیل کروا چکی ہوں لیکن یہ سائے کی طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔

اگر ہم مسلمانوں میں بھی کوئی مربوط تنظیم ہوتی تو ایسے واقعات کا منہ توڑ جواب دیتی، لیکن ہم میں سے ہر ایک اپنی جگہ غیر محفوظ اور پریشان ہے اور کوئی اپنے طور پر ایک تنظیم کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ محکمہ ڈاک کے مرزائی عملے کی اذیّت ناک کارروائیوں سے مجھے تحفظ فراہم کیا جائے۔

مس ناہید جہاں لودھی
لیکچرار، گلبرگ، لاہور

شہر شہر سے

بلوچستان میں امریکی ماہرین کو پاکستان سے نکالا جائے۔
حکومت مستعفی ہو کر اقتدار عدلیہ کے حوالے کر دے" امیر مرکزیہ

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ نے خانپور میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مارشل لاء انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ملک میں فوری طور پر عام انتخابات کی حتمی تاریخ کا اعلان کرے۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے اسلامی نظام نافذ کرنے کی بجائے بدنام کیا ہے۔ جتنی رسوائی اسلام کی اس حکومت کے دور میں ہوئی ہے کبھی نہیں ہوئی۔ قادیانی سازشیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اسلم قریشی کا آج تک کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ لادینی قوتیں سر اٹھا رہی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ مستعفی ہو کر اقتدار عدلیہ کے حوالے کر دے تاکہ عام انتخابات کے منصفانہ انعقاد کی کوئی صورت نکل سکے اور عوام اپنی قسمت کا خود فیصلہ کر سکیں۔

انہوں نے امریکی حکومت کی پاکستان کے معاملات میں براہ راست مداخلت پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ بلوچستان میں موجودہ امریکی ماہرین کو واپس امریکہ بھیجا جائے۔

برطانوی لیبر پارٹی کا
ایک کونسلر مسلمان ہو گیا

(برطانیہ) برمنگھم لیبر پارٹی کے ایک کونسلر البرٹ بور (ALBERT BORE) نے ۵ اگست کو مرکزی جامع مسجد برمنگھم میں حافظ محمد ابراہیم صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس نے اپنے لیے اسلامی نام محمد عمر پسند کیا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کونسلر محمد عمر نے گزشتہ دنوں برمنگھم سٹی کونسل کی مسلمان کونسلر نجمہ حفیظ سے شادی بھی کر لی ہے۔ مقامی انگریزی اخبارات نے اس کی شادی کی خبر کو تو بڑا نمایاں کر کے شائع کیا ہے لیکن اس کے مسلمان ہونے کا ذکر تک نہیں کیا۔

(رپورٹ: صراط مستقیم برمنگھم)

۱۹۷۳ء کا متفقہ
آئین بحال کیا جائے

★ — محمد عثمان الوری

قیام پاکستان کی بنیاد اسلام کے عملی نفاذ پر رکھی گئی تھی مگر ۳۶ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آج تک ملک کو اس عظیم مقصد سے دور رکھا جا رہا ہے۔ نہ لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق دیے گئے ہیں اور نہ مظلوم ہی کو ظلم سے تحفظ مل سکا۔ چنانچہ زبانی دعوؤں کے باعث ملک میں لادینیت کو موقع مل گیا۔ انہوں نے اسلام کے مقابلہ میں کمیونزم اور سوشلزم کا نعرہ لگانا شروع کر دیا اور عوام کو سبز باغ دکھا کر اپنا ہمنوا بنانا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ انتخاب میں ۲۷ فی صد لوگ ان کا شکار ہو گئے اور ایک پارٹی کا تسلط ہو گیا جس کی وجہ سے ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور ملک میں ایک بحران پیدا ہو گیا۔ اس کی اصل وجہ ملک کی آئین سے محرومی اور اسلام سے دوری تھا۔ اب ملک میں موجودہ بحران اور لوگوں کے حقوق کا تحفظ صرف اسلامی آئین کے فوری نفاذ ہی میں مضمر ہے

ایم۔ آر۔ ڈی سے
لاتعلقی کا اعلان

(حیدر آباد) جمعیۃ طلباء اسلام سندھ کے رہنما سٹی ایکشن کمیٹی حیدر آباد کے چیئرمین عبد المتین قریشی نے ایک وضاحتی بیان میں کہا ہے کہ چند شر پسند عناصر نے ایم۔ آر۔ ڈی سے تعلق کی بنیاد پر میری گرفتاری کے متعلق جو افواہ پھیلائی ہے وہ سراسر حقائق کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ایم۔ آر۔ ڈی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے مرکزی اور صوبائی رہنماؤں سے تعلق ذاتی نوعیت کا ہے۔

جمعیۃ باجوڑ ایجنسی
کا اجلاس

گذشتہ دنوں صیفر علاقہ ماموند باجوڑ ایجنسی جمعیت علماء اسلام باجوڑ حلقہ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت مولوی محمد صادق صاحب صدر جمعیۃ حلقہ باجوڑ ایجنسی منعقد ہوا۔ اجلاس میں ملکی اور علاقائی مسائل پر سنجیدگی سے غور وخوض کیا گیا۔ اجلاس نے متفقہ طور پر علاقہ ماموند کے لیے نیا انتخاب عمل میں لاکر جناب مولوی محمد گل کی صدارت کا فیصلہ کیا۔ بعد ازاں متفقہ طور پر پانچ درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

- باجوڑ کے حکام کا رویہ ایجنسی کے عوام کے ساتھ مضحکہ خیز ہے۔ اکثر علاقوں میں شر و فساد روز افزوں رونما ہو رہے ہیں جس کی روک تھام کے لیے ذمہ دار افراد دلچسپی نہیں لے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ باجوڑ کے اکثر علاقوں کے امن و امان کو خطرہ لاحق ہے۔ اکثر اجرتی مفسدین ایجنسی ہذا میں پناہ گزیں ہوئے ہیں جن میں یونس اجرتی قاتل سرفہرست ہے۔ انتظامیہ کے ذمہ دار افراد کے اختیارات چند سرمایہ داروں اور ایک پارٹی کے ملاؤں کے لیے وقف ہیں، جس سے علاقے میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔
- اجلاس نے قرارداد کی شکل میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ جامع مسجد سول کالونی جو تقریباً چار پانچ سے نامکمل پڑی ہے اس کو مکمل کروانے کے لیے حکومت مداخلت کرے۔
- اجلاس میں متفقہ طور پر روسی طیاروں کے پاڑا چنار پر بمباری کی مذمت کی گئی اور اس کو بین الاقوامی اصولوں کے منافی قرار دیا۔
- اجلاس میں قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اور جناب شمس الحق صاحب افغانی کے سانحۂ ارتحال پر تعزیت کا اظہار کیا اور مرحومین کے لیے دعائیں مغفرت کی گئی۔

اجلاس میں درج ذیل ارکان نے شرکت کی:

- مولوی محمد صادق، صدر نظام العلماء باجوڑ ایجنسی۔
- مولوی مسافر مقیم رڈ سے علاقہ ماموند باجوڑ۔
- صاحب الحق صاحب نور محمد علاقہ ماموند
- ڈاکٹر مرزا اثر خان علاقہ ماموند
- مصنف خان، ایم۔اے ہسٹری ایم۔اے اسلامیات
- مولوی سید اکبر خان علاقہ خار شیخ بابا
- مولوی محمد رحیم علاقہ ماموند
- قاری صاحب گل دلی مدرسہ دار العلوم انوار العلوم خار باجوڑ ایجنسی
- مولوی محمد گل صدر نظام العلماء علاقہ ماموند باجوڑ
- گوہر رحمان طالب علم
- اعتبار خان خار کالج

(رپورٹ: محمد صادق)

علماء ایم۔آر۔ڈی
سے علیحدہ ہو جائیں

کراچی: جمعیت علماء اسلام کے نوجوانوں کی رضاکار تنظیم جمعیت حزب محمود پاکستان کے مرکزی صدر محمد معاویہ القاسمی، ناظم اعلیٰ شبیر احمد عثمانی سید شاہد حبیب سندھ کے رہنما عبد المجید انور، عبد الحفیظ اعوان، امیر حزب پنجاب کے صدر قاری عظیم بخش سیکرٹری جنرل قاری امداد اللہ، عبد الخالق عابد، عبد اللطیف بھٹی، سرپرست مولانا عبد الرؤف ربانی، عبد الصبور خان دلبر اور منیر احمد اعوان نے اپنے ایک مشترکہ اخباری بیان میں چند سیاسی لیڈروں کے ایک گروپ کی سخت مذمت کرتے ہوئے اس میں شامل علماء کے ایک دھڑے سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایم آر ڈی تحریک سے علیحدہ ہو جائیں۔

انہوں نے کہا کہ ایم۔آر۔ڈی کالعدم پیپلز پارٹی کا دوسرا روپ ہے اور پیپلز پارٹی کے منفی مقاصد سے عوام پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یوں ہی علماء نے نوجوان رضاکاروں کو پریشانیوں میں رکھا اور اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو نوجوان رضاکار ان کا گھیراؤ کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اکابر کی پالیسی
سے اتفاق

جمعیۃ علماء اسلام باجوڑ ایجنسی کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا محمد صادق مدظلہ امیر جمعیۃ باجوڑ ایجنسی منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم قاری شبیر محمد لاہوری نے فرمائی اور بحیثیت جنرل سیکرٹری ایجنڈہ پیش کیا اور جماعت کی موجودہ صورت حال پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔

قاری شبیر محمد لاہوری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایم۔آر۔ڈی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور نہ کسی صورت میں غیر مشروط طور پر اتحاد ہو سکتا ہے۔ اس میں شامل ایک جماعت کی قیادت نے ملک کو عظیم نقصان پہنچایا اور خداداد وطن پاکستان کو تقسیم کیا۔ کیا ایم۔آر۔ڈی میں شمولیت اختیار کرنے والوں کو ان کے دامن پر خون مظلوم کے چھینٹے نظر نہیں آتے۔

اجلاس کے آخر میں مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

- مجلس شوریٰ کا یہ ہنگامی اجلاس جمعیۃ کے دو گروہوں میں تقسیم ہونے پر رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اکابر جماعت کے خلاف گروہ بندی تو ہر وقت میں اور خصوصاً موجودہ نازک دور میں باعث نقصان سمجھتا ہے۔
- یہ اجلاس حضرت الامیر شیخ الحدیث والقرآن

محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی اور جانشین مفتی اعظم و شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی اور دیگر اکابر نظام العلماء کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بھولے بھٹکے حضرات کو پھر حضرت درخواستی اور حضرت عبیداللہ انور مدظلہم کی قیادت میں آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اجلاس میں درج ذیل حضرات نے شرکت کی۔

- مولوی سید جلال، صدر نظام العلماء ناوگی
- مولوی گل داد خاں، جنرل سیکرٹری
- مولوی سید جمال الدین صاحب ناوگی
- مولوی مسعود جان صاحب
- مولوی صالح محمد
- مولوی گران بادچاہ صاحب، خطیب، جامع مسجد غار کالونی

اور ایجنسی کے ممتاز علماء کرام اور عوام خواص نے شرکت فرما کر اکابر جماعت اور حضرت الامیر کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا۔

اجلاس امیر نظام العلماء باجوڑ مولوی محمد صادق مدظلہ کی دعا پر ختم ہوا۔

مقامی لوگوں کو بھرتی

کرنے میں ترجیح دیجائے

جمیعۃ علماء اسلام ضلع جنوبی کراچی کے رہنما غلام مصطفےٰ فاروقی نے گذشتہ دنوں بلوچستان کا چار روزہ دورہ مکمل کرتے ہوئے جب چوکی پر عوام کے مسائل سُنے اور اس بات پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ بلوچستان کے پسماندہ علاقوں میں رہنے والے غریب افراد کو تعلیمی معیار نہ ہونے کی بنا پر مل مالکان بلوچستان کے لوگوں کی فیکٹریوں میں بھرتی کرنے میں سستی اور غفلت سے کام لے رہے ہیں۔

جمیعۃ کے رہنما نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ فی الفور ایکشن لیا جائے اور بلوچستان کے پسماندہ علاقوں میں رہنے والے غریب افراد کی بھرتی کو اہمیت دی جائے تاکہ ان کی مالی حالت درست ہو سکے۔

علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ

نے ہمیشہ قرآن و سُنت

کی شمع کو روشن رکھا

جمیعۃ علماء اسلام ضلع جنوبی کراچی کے نائب امیر حاجی یعقوب ہریانی اور غلام مصطفےٰ فاروقی نے ایک مشترکہ تعزیتی بیان میں کہا کہ حضرت علامہ شمس الحق افغانی مرحوم کے ارتحال کا سانحہ علمی اور دینی حلقوں کے لیے نہایت رنج و الم کا باعث بنا ہے۔ مرحوم نے طویل عرصے تک دینی علوم کی اشاعت اور درس و تدریس اور تحریر و تقریر کے ذریعے قرآن و سنت کے علوم و معارف کی شمع کو روشن رکھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

سڑک کو قومی تحویل میں

نہ لینے کا فیصلہ واپس لیا جائے

(باغ) تھب پنیالی سڑک کے پراجیکٹ لیڈر راجہ عبدالعزیز خان، جناب سردار عبدالقیوم بیگ ایڈوکیٹ و ممبر ضلع کونسل، مولانا قاضی عبدالرؤف صاحب چیئرمین زکوٰۃ عشر کمیٹی تھب جناب صوبیدار محمد رفیق ریٹائرڈ کیپٹن عبدالخلیل خان تعلیم القرآن باغ کے مہتمم مولانا امین الحق صاحب جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر کے ناظم اعلیٰ مولانا امیر الزمان خان، یونین کونسل تھب کے چیئرمین جناب راجہ محمد فرید خان صاحب مسلم کانفرنس کے مشہور رہنما جناب قاضی عبدالہادی صاحب، لبریشن لیگ کے راہنما راجہ عبدالحمید خان، جمیعۃ علماء آزاد جموں و کشمیر کے راہنما جناب قاری محمد انور صاحب نے مشترکہ بیان میں تھب پنیالی سڑک کو قومی تحویل میں نہ لینے کے فیصلے پر شدید نکتہ چینی کی۔ انہوں نے صدر حکومت آزاد جموں و کشمیر سے مطالبہ کیا کہ اس فیصلے کو فوری واپس لیا جائے اور تھب پنیالی سڑک کو قومی تحویل میں لینے کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پندرہ میل لمبی یہ سڑک عوام نے اپنی مدد آپ کے تحت نکالی ہے جس میں ایک شخص شہید بھی ہوا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے یہ فیصلہ کر کے حلقہ وسطی باغ کے پچاس ہزار آبادی کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اس اعلان سے یہ علاقہ ترقیاتی طور پر ۲۶ سال پیچھے چلا گیا ہے۔

نیز حلقہ وسطی باغ کے نوجوان عالم دین جناب مفتی عبدالشکور صاحب، مولانا عبدالرزاق، جناب مولانا عبدالہادی، قاری محمد یلیین طالعلم راہنما جمیل الرحمٰن خان کشمیری، سردار قمر الزمان خان سردار شیر زمان خان نمبردار محمد زمان خان، نمبردار محمد اشرف خان نور عالم خان، محمد ممتاز خان راجہ، محمد یونس طاہر ایڈوکیٹ اور جناب قاری محمد یونس نے بھی اپنے مشترکہ بیان میں تھب پنیالی سڑک کو قومی تحویل میں نہ لینے کے فیصلے کی شدید مذمت کی ہے اور صدر آزاد کشمیر سے مطالبہ کیا ہے کہ اس فیصلے کو فوری طور پر واپس لیا جائے۔ تھب پنیالی سڑک کی اہمیت اور عوام کی عظیم قربانیوں اور علاقہ کی خستہ حالی کے پیش نظر سردار محمد روشن خان چیئرمین ضلع پونچھ کی نگرانی میں کمیشن از سر نو مقرر کیا جائے جو دوبارہ علاقے کا سروے کریں۔

جناب مفتی عبدالشکور نے اپنے بیان میں کہا کہ کئی وفد اس بارے میں صدر آزاد کشمیر سے عنقریب ملاقات کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جناب وزیر امور کشمیر اور چیف سیکرٹری آزاد حکومت کشمیر کو بھی اس سلسلہ میں آگاہ کیا گیا ہے۔

تعزیتی اجلاس

بسلسلہ تعزیت حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

مہتمم دارالعلوم دیوبند نظام العلماء جھنگ کا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب امیر نظام العلماء منعقد ہوا۔ قرآن خوانی ہوئی۔ بعد ازاں حضرت مولانا ولی اللہ صاحب نے قاری صاحب مرحوم کی علمی خدمات اور دیوبند کی عظمت پر عالمانہ خطاب فرمایا اور مندرجہ ذیل قرارداد تعزیت پاس کی گئیں۔

نظام العلماء جھنگ کا یہ اجلاس حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ کی وفات کو پوری ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان تصور کرتے ہوئے اظہار غم کرتا ہے۔ آپ عمر ساٹھ سال تک دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے۔ اہتمام کے ساتھ تدریس و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ بڑے بڑے عظیم خطیب ان کے انداز بیان کے ثناء خواں رہے۔ آپ نے نہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں تبلیغی دورے فرمائے بلکہ ایشیا، مشرق وسطیٰ اور افریقی ممالک کے بارہا دورے کرکے تبلیغ اسلام اور دارالعلوم دیوبند کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کی۔ آپ متعدد مدارس کے بانی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر رہے۔ تصنیف و تالیف کے ساتھ آپ کا بہت تعلق رہا۔ تقریباً ایکصد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک مستقل ادارہ آپ کی تصانیف کو شائع کررہا ہے۔

دارالعلوم دیوبند نے آپ کے اہتمام سے تعلیمی اور تعمیری شعبوں میں زبردست ترقی کی۔ آپ نے ایک باقاعدہ مجلس مذاکرہ قائم کررکھی تھی جس میں مدرسے کے طلباء اور شہروں کے علاوہ بیرون شہر کے تشنگان علم اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب ؒ سے بیعت کی اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کی بیعت کا سلسلہ ہندوستان اور بیرون ہند میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے پوتے اور روحانی اور جسمانی وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفہیم و تقریر کا جو مادہ عطا فرمایا تھا کہ آپ بڑے سے بڑے علمی نقطے اور اسرار و رموز کو نہایت آسان الفاظ میں بیان فرما دیتے تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد علماء پوری دنیا میں خدمت دین میں مشغول ہیں۔

نظام العلماء کا یہ اجلاس قاری صاحب مرحوم کی دینی اسلامی اور ملکی و عالمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے

اجلاس میں دعا کی گئی کہ اللہ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(رپورٹ: محمد لیسین)

تعزیتی اجلاس برائے
مولانا شمس الحق افغانی ؒ
و مولانا عزیز الرحمٰن بونیری ؒ

گزشتہ دنوں دارالعلوم ریاض القرآن حیدرآباد کے مدرسین وطلباء کا ایک تعزیتی اجلاس حضرت مولانا عبدالمتین مہتمم دارالعلوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس سے قبل تمام اساتذہ و طلباء نے ان دو حضرات کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالمتین نے صوبہ سرحد کے دو ممتاز علماء دین حضرت مولانا شمس الحق افغانی ؒ اور جمعیت علماء اسلام مالاکنڈ ڈویژن کے امیر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن بونیری ؒ کے دینی خدمات کو سراہتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی وفات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد فرید حقانی نے بھی اجلاس سے خطاب کیا اور کہا کہ ان علماء نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی سربلندی اور طاغوتی لادینی عناصر کی سرکوبی کے لئے وقف کررکھی تھی۔ ان کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اجلاس سے جمعیۃ طلباء اسلام حیدرآباد ضلع کے کنوینر جمیل الرحمٰن افغانی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ان علمائے دین کی وفات اہل پاکستان کے لیے بالعموم اور اہل صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے لیے بالخصوص ایک سانحہ ہے جس کی تلافی اس دور میں ناممکن ہے۔

اجلاس کے اختتام پر اجتماعی دعا کی گئی۔

صحابہ ؓ کرام ؓ کے ایام
سرکاری طور پر منائے جائیں

کراچی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام ؓ نے اگر ایک طرف جہاں بانی کشورکشائی، عدل و انصاف کے جوہر دکھائے ہیں تو دوسری طرف حلم و دیانت، سچائی و پاکیزگی، ایثار و قربانی اور معاشرہ کی اصلاح کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں جو تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں۔ یہ بات پاکستان سنی اتحاد کے امیر الحاج مولانا ذکریا نے فیڈرل بی ایریا میں خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا داماد رسول خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی ؓ بھی آسمان نبوت کے تابندہ ستارے تھے۔ ان کا دور خلافت ایک ایسا زریں باب ہے جس پر قیامت تک مسلمان فخر کرتے رہیں گے۔

پاکستان سنی اتحاد کے ناظم اعلیٰ مولانا آصف قاسمی نے کہا کہ پیکر صبر و استقامت، کاتب قرآن شہید مظلوم حضرت عثمان ؓ کی دردناک شہادت کے واقعہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں اس قدر مظلومیت کی شہادت کی مثال ملنا مشکل ہے۔ بیر رومہ سے حضرت عثمان غنی ؓ نے ایک یہودی

سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، اسی کنوئیں کا پانی ان پر اور ان کے اہل و عیال پر ۵۰ دن تک بند رکھا گیا۔ اسی بھوک اور پیاس کی حالت میں تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے حضرت عثمان کو اسی مظلومیت کے ساتھ شہید کیا گیا۔

پاکستان سنی اتحاد کی سپریم کونسل کے رکن مولانا عبدالہادی نے کہا کہ جن اہل ایمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کا تعلق تھا تو بلاشبہ اس کی خود ایک بہت بڑی فضیلت اور عظمت ہے لیکن اسلام میں اصل عظمت کردار، تقویٰ، عمل اور ذاتی اوصاف کی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کو اللہ نے ان تمام عظمتوں سے ہمکنار کیا تھا۔

مولانا محمد احمد مدنی نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضؓ انتہائی سخی اور اشارۂ رسولؐ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ وہ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کرتے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو اس کی امداد و اعانت کے کمربستہ ہو جاتے۔ انہوں نے کہا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عثمان رضؓ نے تین سو اونٹ اور ایک ہزار اشرفیوں سے مجاہدین اسلام کی امداد کی۔

اس موقع پر متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا یکم محرم الحرام کو حضرت فاروق اعظم رضؓ کا دن سرکاری طور پر منایا جائے۔ ریڈیو اور ٹی وی سے پورے دن امیرالمومنین اور خلفاء راشدین کے واقعات پر مبنی پروگرام نشر کیے جائیں۔

تبدیلیٔ پتہ

جمعیۃ علماء اسلام کی معاون تنظیم عزم محمود پاکستان کے ایک پریس ریلیز کے مطابق تنظیم کا مرکزی دفتر تبدیل ہو کر جامع مسجد الاخوان دستگیر سوسائٹی ٹی بلاک ۱۵ میں قائم کیا ہے۔ کارکن نئے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات سے عالم اسلام

ایک عظیم سکالر اور متکلم وقت سے محروم ہو گیا ہے

تحصیل باغ کے مشہور قصبہ ٹھب جہاں اب بھی حضرت قاری محمد طیبؒ کے شاگردوں کی ایک جماعت موجود ہے، حضرت قاریؒ کی وفات پر مختلف مقامات پر حضرت قاری صاحبؒ کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی اور ان کی عظیم دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

حلقہ شرقی ٹھب میں حضرت مولانا حاجی عبدالغفور صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں علاقہ کی معروف شخصیت جناب قاضی عبدالہادی صاحب، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب اور مفتی عبدالشکور صاحب نے حضرت قاری محمد طیب کو خراج عقیدت پیش کیا۔ جناب حاجی عبدالغفور نے فرمایا کہ حضرت قاری صاحبؒ صرف ہندوستان نہیں بلکہ عالم اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے اور ان کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

مولانا عبدالرؤف صاحب نے فرمایا کہ وہ اپنے دور کے ایک عظیم متکلم تھے

مولانا عبدالجلیل صاحب نے فرمایا کہ ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔

مفتی عبدالشکور صاحب نے کہا کہ حضرت قاری صاحب کی وفات سے دارالعلوم دیوبند کی تاریخ ختم ہو گئی ہے۔ حضرت قاری صاحب کی علمی خدمات تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔

دوسرے روز جھوڑ کے مقام پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مولانا امیرالزماں خاں صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند نے حضرت قاری صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔

مفتی عبدالشکور نے تعزیتی خطاب میں قاری صاحب کی علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔

جناب مولانا عبدالکبیر صاحب نے قرارداد پاس کرائی جس میں حضرت قاری صاحب کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور اس عظیم حادثہ کو عالم اسلام کا حادثہ قرار دیا گیا۔

بروز جمعہ: ٹھب کی مرکزی جامع مسجد میں تعزیتی اجلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں جناب قاضی عبدالرؤف صاحب چیئرمین زکوٰۃ عشر کمیٹی نے خطاب کیا اور فرمایا کہ حضرت قاری صاحب قافلہ علماء حق کے ایک عظیم مدبر راہنما اور جید عالم دین تھے جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک دارالعلوم کے مسلک کی خدمات سرانجام دی اور دنیا کے ہر کونے میں دارالعلوم کے پیغام کو پہنچایا۔

اجلاس سے جناب مفتی عبدالشکور صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت قاری صاحب عالم اسلام کے ایک عظیم سکالر تھے اور انہوں نے اپنے دور میں دارالعلوم دیوبند کو ایشیا کی عظیم یونیورسٹی بنایا اور تحریک پاکستان میں حضرت تھانویؒ کے حکم پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں شاندار کردار ادا کیا۔ جمعہ کے بعد قرآن خوانی کی گئی اور آخر میں دعا کے ساتھ اجلاس ختم ہوا۔ مولانا عبدالرؤف صاحب نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، انہیں جوار رحمت میں جگہ دے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان اور تلامذہ رفقاء اور عقیدتمندوں کو صبر جمیل کے ساتھ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(رپورٹ: خورشید انور)

طلباء کی سرگرمیاں — عبداللطیف عثمانی

کارکن اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھیں

مرکزی اور صوبائی رہنما جلد دورہ کریں گے۔

لاھور۔ جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر ندیم اقبال اعوان، مرکزی ناظم عمومی ظہیر میر پنجاب کے صدر خالد محمود وٹو اور ناظم عمومی ذوالفقار احمد زلفی نے کہا ہے کہ کارکن اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت کو برقرار رکھتے ہوئے جماعتی کام آگے بڑھائیں۔

انہوں نے کہا کہ بعض عناصر طرح طرح کی افواہیں پھیلا کر کارکنوں کو بدظن کرنے کی کوششوں میں معروف ہیں۔

انہوں نے کہا کہ بعض نامساعد حالات کی وجہ سے ہم کارکنوں سے رابطہ قائم رکھنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ انشاءاللہ جلد تفصیلی دورہ کیا جائے گا تاکہ ذیلی شاخوں سے موثر رابطہ ہو سکے۔

انہوں نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ مرکزی دفتر سے برابر رابطہ رکھیں۔ اپنے اجلاسوں کی کارروائی اور دیگر جماعتی سرگرمیوں کی رپورٹ مرکزی دفتر میں ضرور پہنچائیں۔

قاتلانہ حملہ کی مذمت

نظام العلماء پاکستان کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے صدر محمد نواز رندھاوا پر چند شرپسند عناصر کی طرف سے کیے جانے والے قاتلانہ حملے کی شدید مذمت کی ہے۔

انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ تعلیمی اداروں میں ایک مخصوص شرپسند طبقہ اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں میں معروف ہے جس کے باعث آئے دن ایسے ناخوشگوار واقعات رُونما ہوتے رہتے ہیں۔

انہوں نے کارکنوں سے کہا کہ وہ اپنی مشن کی تکمیل کے لیے جدوجہد جاری رکھیں اور ایسے واقعات سے قطعاً ہراساں نہ ہوں۔

نیز جمعیۃ طلباء اسلام ضلع قصور کے
صدر ..... محمد اسلم جاوید
جنرل سیکرٹری محمد عبداللہ رشیدی
محمد ارشد چوہدری عبدالعلیم
افتخار احمد فخر نے ایک مشترکہ بیان میں اسلامیہ یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس یونین کے صدر محمد نواز رندھاوا پر قاتلانہ حملہ کی مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ایسے عناصر کے خلاف مؤثر کارروائی کی جائے جو اس قسم کے واقعات کے ذمہ دار ہیں۔

ھنومانگڑھ (ضلع مُلتان)

جمعیۃ طلباء اسلام ہنومانگڑھ ضلع ملتان کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں حضرت مولانا مفتی محمود قدس اللہ سرہٗ کی یاد میں ایک نشست ہوئی جس میں مہمان خصوصی پنجاب کے ناظم عبداللطیف عثمانی تھے۔

حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے مہمانِ خصوصی نے کہا کہ:

مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی جدوجہد کا نام تھی۔ انہوں نے ہر آمر کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپ کی زندگی اسلام اور جمہوری اقدار کی سربلندی کے لیے وقف تھی۔

اجلاس سے مقامی ناظم عمومی محمد اکرم خرم نے بھی خطاب کیا۔

چنیوٹ

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع جھنگ کے کنوینر علی محمد ناصر نے گورنمنٹ کالج چنیوٹ کے طالبعلم

رہنما محمد شہزاد بنوں بھٹی کو جمعیۃ طلباء اسلام چنیوٹ کا کنوینر مقرر کیا ہے۔

شاخوں کے نام

ہر قسم کی خط وکتابت مرکزی دفتر کے پتہ پر کریں۔ دفتر میں وافر مقدار میں لٹریچر موجود ہے۔ تمام شاخیں حسب ضرورت لٹریچر طلب کر سکتی ہیں۔ جواب طلب خطوط پر نام اور پتہ مکمل اور واضح درج کریں تاکہ جواب میں تاخیر نہ ہو۔

محمد اکبر
ناظم دفتر
جمعیۃ طلباء اسلام
۴۔ بی۔ شاہ عالم مارکیٹ
لاہور

پپلان

جمعیۃ طلباء اسلام پپلان ضلع میانوالی کا قیام عمل میں لا کر رانا عبدالقیوم کو کنوینر نامزد کیا گیا ہے۔

کوئٹہ

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما محمد نعیم ترین کے مطابق کوئٹہ میں ایم۔آر۔ڈی کی تحریک میں طلباء نے حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے بالخصوص دینی مدارس کے طلباء ایسے لادین عناصر سے اتحاد کے سخت مخالف ہیں۔

مانسہرہ

جمعیۃ طلباء اسلام سرحد کے رہنما سید راسخان کوہستانی نے ضلع کوہستان کا دورہ کیا۔ اس موقع پر انہوں نے کارکنوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔

لاہور

جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ شاہدرہ کے صدر حافظ محبوب احمد نے گذشتہ دنوں میاں محمد اجمل قادری سے ملاقات کی میاں صاحب سے ملاقات کے بعد موصوف نے حلقہ قلعہ گوجر سنگھ کا دورہ کیا اور وہاں کے صدر صاحبزادہ امجد خان سے ملاقات کے دوران جمعیۃ ضلع لاہور کی تنظیم نو کے سلسلے میں مفصل بات چیت کی۔

بقیہ: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

دیکھی اور کہا اگر وہ ایسے ہی تھے تو ان جیسا عالم پانچ چھ صدی سے پیدا نہیں ہوا، پھر علامہ شبیر احمد عثمانی کی شرح صحیح مسلم کا ذکر آگیا تو ان لوگوں نے کہا ہم نے وہ شرح پڑھی ہے امام نووی کی شرح سے بہت بہتر ہے۔

علماء تو میں نے بہت سے دیکھے مگر جو ذکاوت وخطابت وحسن سیاست علامہ شبیر میں پائی کسی میں نہیں دیکھی، شبیر احمد ہر معاملہ میں بڑی ہی سیاست سے چلتے تھے اگر وہ محمد علی جناح کا ساتھ نہ دیتے تو صوبہ سرحد میں انہیں کامیابی نہ ہوتی، اس ہمارے صوبے میں جید علماء ان کے شاگرد تھے، جو شبیر احمد کو دیکھ کر ہی محمد علی جناح کے ساتھ ہو گئے ورنہ وہاں جمعیۃ علماء ہند اور خان عبدالغفار خان وغیرہ کا بڑا گہرا اثر تھا۔

علامہ شبیر احمد نہ صرف یہ کہ اچھے مقرر تھے بلکہ اچھے مصنف بھی تھے نہ صرف عربی کے بلکہ اردو کے بھی اور ان کی اردو زبان بڑی شستہ اور سلیس ہوتی تھی، انہوں نے اردو میں بھی کئی کتابیں لکھیں۔ وہ بہترین مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے اچھے محدث بھی تھے اور جامع العلوم و فنون تھے۔ الغرض وہ جامع کمالات اور بڑے متقی پرہیزگار انسان تھے۔